46

لاہور

ندائے خلافت

www.tanzeem.org

ہفت روزہ

6 تا 12 دسمبر 2011ء / 10 تا 16 محرم الحرام 1433ھ

صحیح اور پاکیزہ ذہنیت

یہ (اسلامی) تہذیب ایک صحیح اجتماعی نظام قائم کرنا اور ایک صالح اور پاکیزہ سوسائٹی وجود میں لانا چاہتی ہے مگر ایسی سوسائٹی کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے جب تک کہ اس کے افراد اخلاق فاضلہ و صفات حسنہ سے متصف نہ ہوں۔ اس غرض کے لیے ضروری ہے کہ افراد کے نفوس کا تزکیہ کیا جائے، تاکہ وہ ردی اور منتشر افکار کی آماجگاہ نہ رہیں۔ صحیح اور پاکیزہ ذہنیت ان کے اندر راسخ کی جائے، تاکہ ان میں ایک ایسی مضبوط سیرت پیدا ہو سکے جس سے اعمالِ صالح کا صدور بالطبع ہونے لگے۔ اسلام نے اپنی تہذیب میں اس قاعدہ کی پوری پوری رعایت ملحوظ رکھی ہے۔ افراد کی تربیت کے لیے وہ سب سے پہلے ان میں ایمان کو راسخ کرتا ہے جو ایک اعلیٰ درجے کی مضبوط سیرت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ یہی ایمان ہے جس کے ذریعہ سے وہ افراد میں صداقت، امانت، نیک نفسی، احتساب، حق پسندی، ضبطِ نفس، تنظیم، فیاضی، وسعتِ نظر، خودداری، انکسار و فروتنی، فراخ حوصلگی، بلند ہمتی، ایثار و قربانی، فرض شناسی، صبر و استقامت، شجاعت و بسالت، قناعت و استغنا، اطاعت امیر اور اتباع قانون کے عمدہ اوصاف پیدا کرتا ہے، اور ان کو اس قابل بناتا ہے کہ ان کے اجتماع سے ایک بہترین سوسائٹی وجود میں آئے۔

اسلامی تہذیب اور اُس کے اصول و مبادی
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

کیا اب بھی سجدۂ سہو کا وقت نہیں آیا؟

انقلاب کا راستہ
انتخابی، عسکری یا کوئی اور؟ (II)

نیٹو کا حملہ
متنازع میمو پر عمل درآمد کا پہلا قدم

آؤ سجدے میں گریں

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع
کی مفصل روداد

نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

الھدیٰ (489)

سورۃ یونس

(آیات:99تا103)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿99﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿100﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ
وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿101﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿102﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾

’’اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں؟ حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر و ذلت کی) نجاست ڈالتا ہے۔ (ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کی نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔ سو جیسے (بُرے) دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں، اسی طرح کے (دنوں کے) یہ منتظر ہیں۔ کہہ دو کہ تم بھی انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ اور ہم اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں، اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں۔‘‘

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو اے نبی! جو بھی زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ یہ باتیں سورۃ الانعام میں بہت شدومد کے ساتھ آچکی ہیں۔ وہ سورت اس موضوع کا ذروۂ سنام ہے کہ آپ کے دل میں چاہے جتنی خواہش ہو کہ یہ سب لوگ ایمان لے آئیں، لیکن ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ ضابطہ ہے کہ طالب حق کو حق ملے گا، طالب ہدایت کو ہدایت ملے گی اور جو ضد، ہٹ دھرمی اور تعصب میں آ گیا، اسے اللہ ہدایت نہیں دے گا۔ اگر اللہ نے جبراً ہدایت دینی ہوتی تو دنیا میں کوئی بھی کافر نہ ہوتا۔ سب کے سب مومن اور متقی ہوتے۔ دیکھیے، اللہ کے فرشتے کتنے ہیں؟ سب مومن، متقی اور پاک صاف ہیں۔ کہیں کوئی غلطی اور معصیت کا ارتکاب نہیں کرتے۔ ﴿لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾ جو بھی انہیں حکم ہوتا ہے بجالاتے ہیں، اللہ کے احکام کی نافرمانی نہیں کرتے، مگر انسانوں کو تو پیدا ہی امتحان کے واسطے کیا گیا ہے۔ ﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ﴾ (الملک:2) لہٰذا آپؐ اس معاملے میں بس اپنا فرض ادا کریں، باقی کون ایمان لا رہا ہے، کون نہیں لا رہا ہے، وہ معاملہ ہم سے متعلق ہے۔ اور اگر آپؐ کا رب چاہتا تو زمین میں سب کے سب لوگ ایمان لے آتے۔ تو کیا آپ لوگوں کو مجبور کر دیں گے کہ وہ ضرور ایمان لائیں۔ آپؐ دن رات اس جدوجہد میں لگے ہوئے اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہیں۔ پھر آپؐ کو یہ اندیشہ بھی رہتا ہے کہ کہیں میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہو رہی جیسا کہ سورۃ الاعراف میں ہے: ﴿فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ﴾ آپ کے دل میں تنگی نہیں ہونی چاہیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھیں۔

کسی انسان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ وہ ایمان لائے مگر اللہ کے اذن سے۔ اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے ان پر تو اللہ تعالیٰ گندگی مسلط کر دیتا ہے۔ ان سے کہئے کہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں ہے؟ آسمان اور زمین میں اللہ کی آیات ہیں۔ مگر یہ ساری نشانیاں اور سارا انذار و ترہیب اور دعوت و تبلیغ اُن لوگوں کے لیے مفید نہیں ہے، جو ایمان نہیں لانا چاہتے۔

کیا یہ لوگ اب اسی طرح کے دنوں کے منتظر ہیں جیسے دن ان سے پہلے لوگوں پر گزر چکے ہیں۔ وہ دن جو قوم نوحؑ، قوم لوطؑ اور قوم صالحؑ پر آئے، کیا یہ اسی انتظار میں ہیں کہ ویسا ہی دن ان پر بھی آئے؟ تو کہہ دیجئے اچھا انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔

اللہ نے یہاں واضح فرما دیا کہ ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کو نجات دیتے رہے ہیں، بالکل اسی طرح ہم پر واجب ہے کہ ہم اہل ایمان کو نجات دیں۔ جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے وہ اُن کے ساتھ کشتی میں بچا لیے گئے۔ جو حضرت ہود علیہ السلام پر جو لوگ ایمان لائے اُن کو بھی بچا لیا گیا۔ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے بھی بچا لیے گئے۔ عامورہ اور صدوم کی بستیوں میں سے ایک بھی ایسا خوش نصیب نہیں نکلا کہ جو وہاں سے نجات کا سامان حاصل کرتا، سوائے اس کے کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر وہاں سے نکل گئے۔ اُن کی بیوی بھی پیچھے رہ گئی۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

سخاوت کی اہمیت

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ، وَالْبَخِيْلُ بَعِيْدٌ مِّنَ اللّٰهِ بَعِيْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِيْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِيْبٌ مِّنَ النَّارِ)) (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’سخی اللہ سے قریب ہوتا ہے، جنت سے قریب ہوتا ہے، لوگوں سے قریب ہوتا ہے، جہنم سے دور ہوتا ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے، جنت سے دور ہوتا ہے، لوگوں سے دور ہوتا ہے، جہنم سے قریب ہوتا ہے۔‘‘

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

کیا اب بھی سجدۂ سہو کا وقت نہیں آیا؟

گزشتہ ہفتے مہمند ایجنسی میں پاکستان کی دو چیک پوسٹوں پر بلا اشتعال امریکی اور نیٹو جنگی طیاروں کی اڑھائی گھنٹوں تک مسلسل فائرنگ اور گولہ باری کے واقعے نے پوری قوم کو ایک بار پھر ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس افسوسناک سانحے میں 28 فوجی اہلکار جن میں ایک کیپٹن بھی تھا، شہید ہوئے اور بعض دیگر شدید زخمی ہوئے۔ قبل ازیں اسی سال ایبٹ آباد پر امریکی میرین کی گوریلا کارروائی کا سانحہ بھی قوم کے لیے شدید رنج والم کا موجب بنا تھا۔ امریکہ کا دعویٰ تھا کہ پاکستان میں یہ براہ راست فوجی کارروائی القاعدہ کے سربراہ اُسامہ بن لادن کے خلاف کی گئی تھی، جنہیں گرفتاری کے بعد ہلاک کر دیا گیا اور اُن کی لاش سمندر برد کر دی گئی۔ تاہم اس دعوے کا کوئی قطعی ثبوت امریکہ تادم تحریر دنیا کے سامنے پیش نہیں کر پایا۔ لیکن ساری دنیا میں اس حوالے سے امریکہ نے پاکستان کو ناروا طور پر بدنام کرنے اور مورد الزام ٹھہرانے کی انتہا کر دی۔ ملک وملت کا درد رکھنے والے پاکستانیوں کے لیے یہ واقعہ متعدد پہلوؤں سے شدید رنج والم کا باعث بنا، اور قوم بحیثیت مجموعی یہ سوچنے پر مجبور ہوئی کہ امریکہ کے مفادات کی جنگ میں حصہ دار بن کر اس کی خوشنودی کے حصول کے لیے اپنے تمام قومی وملی مفادات کو قربان کرنے کا صلہ یہ ملا ہے کہ اب امریکہ براہِ راست پاکستانی علاقوں میں کارروائی کر کے ہماری خودمختاری کی دھجیاں بکھیرنے اور بہانے بہانے سے پاکستان کو رسوا کرنے پر تلا ہوا ہے!!!

ہمارے نزدیک نائن الیون کے بعد عالمی دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی نام نہاد جنگ (war on terror) میں امریکہ کا اتحادی بننا ہماری وہ سنگین غلطی اور جرم عظیم تھا، جس کے ہولناک نتائج وعواقب آج ہم بھگت رہے ہیں۔ ایک ناحق پرائی آگ میں کود کر ہم نے اپنے ہی خرمن کو راکھ کا ڈھیر بنا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری قوم کے کم وبیش پچاس ہزار افراد اس کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ معاشی طور پر ہم مفلوک الحال ہی نہیں مفلوج ہو چکے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی اس کھلی جنگ میں، جو درحقیقت صلیبی جنگ ہے، باطل قوتوں کا ساتھ دینے کا اگرچہ معاوضہ بھی ہم فخریہ طور پر وصول کرتے رہے ہیں، لیکن مجموعی طور پر اربہا ارب ڈالر کا معاشی نقصان بھی اُٹھا چکے ہیں۔ ہمارا یہ شرمناک کردار بلاشبہ دین ومذہب کے ساتھ ہی نہیں ملکی وقومی مفادات سے بھی کھلی غداری کے مترادف ہے۔ اندرون ملک دہشت گردی کے روح فرسا واقعات بھی اصلاً ہمارے اِسی جرم عظیم کا نتیجہ ہیں، اور کون نہیں جانتا کہ ایسے اکثر واقعات میں ریمنڈ ڈیوس جیسے امریکی غنڈے ملوث ہوتے ہیں جو سی آئی اے اور بلیک واٹر جیسی دہشت گرد تنظیموں کا حصہ ہیں، جو امریکی مفادات کے لیے کام کرتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ ہمیں بہت پہلے ہی اپنی ہمالہ پہاڑ جیسی غلطی پر سجدہ سہو کرتے ہوئے امریکہ کے اس گیم پلان سے باہر آ جانا چاہیے تھا لیکن افسوس کہ ہم تاحال خود کو ایک باشعور، باغیرت وخوددار قوم ثابت کرنے میں ناکام ہوئے ہیں۔

مہمند ایجنسی میں پاکستانی چیک پوسٹوں پر امریکہ اور نیٹو کے حالیہ فضائی حملے کے بعد بھی اگر ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو ہم سے زیادہ محروم اور بدنصیب شاید کوئی اور نہ ہوگا۔ پوری قوم اس واقعے پر بلبلا اُٹھی ہے۔ یہ ایسا واقعہ ہے کہ جس نے امریکی عزائم اور بدنیتی کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہے۔ اڑھائی گھنٹے تک

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان' نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 دسمبر 2011ء — جلد 20
10 تا 16 محرم الحرام 1433ھ — شمارہ 46

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

جاری رہنے والے امریکی اور نیٹو کے اس فضائی حملے کے جواب میں پاکستان کی طرف سے فوری جوابی کارروائی نہ کرنا اگرچہ ایک سوالیہ نشان ہے، لیکن ایک رائے یہ ہے کہ ہماری اس حکمت عملی نے امریکہ کو اقوام عالم کے سامنے مجرم بنا کر کھڑا کر دیا ہے۔ اس لیے کہ امریکہ کے پاس اس معاملے میں اپنے دفاع کے لیے کوئی جواز اور بہانہ باقی نہیں رہا۔ اگر ہماری افواج نیٹو طیاروں کے خلاف فوری جوابی کارروائی کرتیں تو امریکہ کے لیے بہانہ بنانا آسان تھا کہ یہ دوطرفہ جنگ تھی جس کا تمام تر ملبہ وہ پاکستان پر ڈال دیتا —— حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لیے اپنی ہمالیہ جیسی قومی غلطی پر سجدہ سہو کرنے اور امریکہ کی مسلط کردہ اس جنگ سے باہر نکلنے کا یہ سنہری موقع ہے جو اللہ جل شانہٗ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ چنانچہ قوم کے مختلف طبقات کی طرف سے آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ ''اب نہیں تو کبھی نہیں''۔ ہمارے لیے راہِ عمل ایک ہی ہے کہ ''امریکہ سے رشتہ توڑو - رب سے ناتا جوڑو''۔ اگر ہم نے اب بھی یہ قدم نہ اُٹھایا تو ہم اپنی ناکامی پر گویا خود ہی مہر ثبت کر دیں گے۔

حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

☆☆☆

معمارِ پاکستان نے کہا

''جس پاکستان کے قیام کے لیے ہم نے گزشتہ دس برس جدوجہد کی ہے، آج بفضلہ تعالیٰ ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے، مگر کسی قومی ریاست کو معرضِ وجود میں لانا مقصد بالذات نہیں ہوسکتا، بلکہ کسی مقصد کے حصول کے ذریعے کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب وتمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے''۔

(حکومت پاکستان کے افسران سے خطاب: 11 اکتوبر 1947ء)

پریس ریلیز: 2 دسمبر 2011ء

انڈیا نے ثقافتی جنگ تو پہلے ہی جیت لی ہے، انڈیا سے تجارت سے ہم معاشی طور پر بھی دیوالیہ ہوجائیں گے

مہمند ایجنسی میں امریکہ کا حملہ، حکمران صلیبی جنگ سے علیحدگی اختیار کریں

قوم امریکہ سے ناتا توڑ کر اللہ پر بھروسا اور اُس کے دین سے وفاداری کرے

حافظ عاکف سعید

پاکستان کا قیام معجزانہ طور پر عمل میں آیا۔ ہندو اور انگریز کی دوہری مخالفت کے باوجود اللہ نے ہمیں یہ ملک اس لیے عطا کیا کہ ہم نے یہ اللہ سے عہد کیا کہ خدایا ہمیں ایک خطہ ارضی عطا کر دے، اُس میں تیرے دین کو نافذ کریں گے، مگر قیام پاکستان کے بعد ہم نفاذ اسلام کے وعدے سے منحرف ہوگئے، جس کے نتیجے میں خوف اور بھوک کے عذاب میں گھر گئے۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ جس ہندو سے نظریہ کی بنیاد پر ہم الگ ہوئے تھے، آج اُسی کو ہمارے حکمرانوں نے موسٹ فیورٹ نیشن کا درجہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پڑوسیوں سے اچھے تعلقات ہونے چاہئیں، مگر شرط یہ ہے کہ پہلے اپنی نظریاتی بنیاد کو پختہ کیا جائے۔ نظریاتی بنیاد پختہ کیے بغیر انڈیا سے روابط نہ صرف کشمیر کاز کے لیے نقصان دہ بلکہ قومی خودکشی کے مترادف ہوں گے۔ انہوں نے ماضی کے سونیا گاندھی کے بیان کے حوالے سے کہا کہ انڈیا نے ثقافتی جنگ تو پہلے ہی جیت لی ہے، اب انڈیا سے تجارت سے ہم معاشی طور پر بھی دیوالیہ ہوجائیں گے۔ مہمند ایجنسی میں پاک فوج کی چوکی پر امریکی حملہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اب تو ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اس وقت افغانستان میں شکست کے زخم چاٹ رہا ہے اور بیک فٹ پر کھیل رہا ہے۔ ہمیں پوری جرأت کے ساتھ اُس کے سامنے ڈٹ جانا اور صلیبی جنگ سے علیحدہ ہوجانا چاہیے۔ ہمیں امریکہ سے ناتا توڑ کر اللہ پر بھروسا اور اُس کے دین سے وفاداری کرنا ہوگی۔ اِسی سے ہمارے اندر دشمنوں کے خلاف کھڑا ہونے کی ہمت پیدا ہوگی۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

بقیہ: نیست ممکن جُز بہ قرآن زیستن

بجانے والے علماء وہاں الگ نماز پڑھتے ہیں اور اللہ نے انہیں حرم کی اجتماعی نمازوں سے محروم رکھا ہوا ہے۔

حرم کعبہ اور مصلّٰی رسولؐ کے قریب نمازوں کے دوران امت تو ایک نظر آنے لگ گئی لیکن اختلاف اس کی جڑوں میں اس قدر رچ بس گیا ہے کہ یہ ہاتھ باندھنے اور کھلا چھوڑنے پر لڑتی ہے، پاؤں کو دھونے یا مسح کرنے پر جھگڑتی ہے اور آمین بلند آواز سے کہنے اور نہ کہنے پر دست وگریباں ہوجاتی ہے۔ گزشتہ دنوں حج پر جاتے ہوئے جب میں نے حج پر لکھی جانے والی درجنوں کتابوں کا مطالعہ کیا تو حیران رہ گیا کہ ان میں بال ٹوٹنے، مچھر مارنے، منہ پر احرام لگنے پر کیا کفارہ ہے اور کون کون سے دم واجب ہوتے ہیں، سب تفصیل سے بتایا ہے لیکن اس مسلمانوں کے سب سے بڑے اجتماع کی اصل روح اور مقاصد کے بارے میں صرف چند سطریں نظر آتی ہیں۔ حج کے دران میں جس بھی یورپی یا امریکی نومسلم سے ملا اُسے خالصتاً مسلمان پایا، ہر فقہ سے بالاتر۔ اس لیے کہ انہوں نے اس الہامی پیغام کے ماخذ قرآن کو اسی غور وفکر سے خود پڑھا ہے جس کا وہ سب ماننے والوں سے تقاضا کرتا ہے۔ ہمارا اختلاف، ہماری فرقہ بندی، ہمارے درمیان قتل وغارت نہ کسی قانون سے ختم ہوسکتا ہے اور نہ علماء کے اتحاد بین المسلمین کے لمبے لمبے اجلاسوں سے۔ اس کا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ جس طرح ہم بچوں کو فزکس، کیمسٹری اور سائنس کو دنیا کی کامیابی کے لیے محنت وتگ ودو سے پڑھاتے ہیں، ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں، اصل ماخذ تک رسائی دیتے ہیں، ویسے ہی ایک ٹیوشن، ایک نصاب، ایک کورس اس الہامی پیغام قرآن پاک کی تعلیم کا بھی ہو۔ آپ قرآن تک رسائی دے دیں، اس کو اسی لگن سے بچوں کو پڑھائیں جیسے دیگر علوم پڑھائے جاتے ہیں پھر آپ دیکھیں گے اس امت میں نہ شیعہ رہے گا نہ سنی، نہ دیوبندی رہے گا، نہ بریلوی۔ اقبال نے کہا تھا ؎

گر تو می خواہی مسلمان زیستن   نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

(اگر تو چاہتا ہے کہ مسلمان کی طرح زندگی گزارے تو یہ قرآن کے بغیر ممکن ہی نہیں)

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

پاکستان میں اسلامی انقلاب کا راستہ: انتخابی، عسکری یا کوئی اور؟

امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کا 18 نومبر 2011ء کا خطاب جمعہ

[گزشتہ سے پیوستہ]

اب آیئے، یہ دیکھیں کہ پاکستان میں نفاذ شریعت کے طریقے کون سے ہیں۔ ہمارے ہاں بہت سی جماعتیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ ہم جو دینی جدوجہد کر رہے ہیں، اس کا مقصد پاکستان میں شریعت کا نفاذ اور دین اللہ کا قیام ہے۔ لیکن ان کے طریقہ کار میں فرق ہے۔ ایک طرف تبلیغی جماعت ہے، جس کے وابستگان کہتے ہیں کہ بس دعوت کا کام کرتے رہو، ایک وقت آئے گا کہ دعوت کے نتیجے میں لوگ سچے پکے مسلمان بن جائیں گے تو پھر شریعت بھی نافذ ہو جائے گی۔ اگرچہ وہ غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد کے داعی نہیں ہیں، لیکن جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ آپ اقامتِ دین کی جدوجہد کیوں نہیں کر رہے، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم دعوت کا جو کام کر رہے ہیں اس کے نتیجے میں سب لوگ ٹھیک ہو جائیں گے، پھر شریعت آپ سے آپ نافذ ہو جائے گی۔

دوسری جانب نفاذ شریعت کی دعویدار اکثر دینی جماعتیں وہ ہیں جو انتخابی سیاست کے راستے پر چل رہی ہیں۔ برعظیم پاک و ہند میں پچھلی صدی میں بہت اہم تحریک جماعت اسلامی کے نام سے اُٹھی، جس کا روز اول سے ہدف اقامت دین تھا، پاکستان بننے کے بعد وہ بھی انتخابی سیاست کے میدان میں اُتر گئی۔ جماعت اسلامی کے علاوہ جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت اہل حدیث اور اہل تشیع کی جمعیتیں بھی نفاذ شریعت کے لیے انتخابی سیاست کے راستے پر گامزن ہیں۔ ان کے نزدیک اس دور میں غلبہٗ دین اور نفاذ شریعت کا یہی راستہ ہے۔

تیسری جانب وہ طبقات اور جماعتیں ہیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام انقلاب کے ذریعے غالب آئے گا۔ یہاں بھی دو طبقات ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انقلاب بلٹ کے ذریعے یعنی براہِ راست مسلح تصادم سے آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے انقلابی جدوجہد کی، آپؐ نے جس طریق سے نظام باطل کا خاتمہ کیا، اُس عظیم انقلابی طریق کے آخری مرحلہ میں ہمیں تلوار کا استعمال ملتا ہے۔ لہٰذا انقلاب کا صرف ایک راستہ ہے اور وہ بلٹ ہے۔ بیلٹ میں ہمیں کامیابی نہیں ہوئی، لہٰذا اب بلٹ کا راستہ اختیار کیا جائے۔ دوسری رائے وہ ہے جس کی حامل ہماری تنظیم ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تبدیلی کا راستہ یقیناً انقلابی جدوجہد ہے اور اس ضمن میں ہمیں ساری رہنمائی سیرت مطہرہ ہی سے لینی ہوگی، البتہ تمدنی حالات میں تبدیلی کی بنا پر انقلابی جدوجہد کے آخری مرحلے میں تصادم کی بجائے منظم عوامی احتجاجی تحریک کا لائحہ عمل اپنانا ہوگا۔ اس قسم کی منظم تحریک تب چلے گی جب معتدبہ تعداد میں افرادی قوت ہاتھ آ جائے گی۔ اس کے علاوہ حزب التحریر کا اپنا طریق ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ملک کی بڑی قوت کے ذریعے تبدیلی لائی جائے۔ یہ نفاذ اسلام کے طریق کار کے حوالے سے مختلف تصورات ہیں، تاہم زیادہ تر لوگ انتخابی راستہ یا پھر عسکری راستہ پر گامزن ہیں۔

ہم جو راستہ تجویز کر رہے ہیں، اس کا اشارۃً ذکر تو کر دیا کہ ہمارا راستہ منہج انقلاب نبویؐ سے ماخوذ ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جس طریقے سے دین کو جزیرہ نمائے عرب پر غالب فرمایا، ہمیں اِسی طریقے سے راہنمائی لینی ہے۔ غلبہٗ اسلام کے لیے ہمیں وہ طریقہ کار اختیار کرنا ہے جو اسوۂ حسنہ و سیرت مطہرہ سے زیادہ قریب ہو۔ اگرچہ بانی محترم کا یہ موقف تھا کہ انتخابی سیاست میں حصہ لینا بھی حرام نہیں ہے، لیکن انہیں یقین تھا کہ پاکستان کے مخصوص حالات میں اس راستے سے اسلام نہیں آ سکتا۔ ان کے پاس اس کے دلائل و شواہد تھے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ انتخابی سیاست میں حصہ لینا حرام نہیں ہے، لیکن ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ جب دین کا کام کرنا ہے تو اس کے لیے رہنمائی اُسوۂ رسول سے کیوں نہ لی جائے۔ انتخابی طریق تو مغرب سے درآمد شدہ طریقہ ہے، جس پر اقبال نے پھبتی چست کی تھی ؎

الیکشن ، ممبری ، کرسی ، صدارت
بنائے خوب آزادی نے پھندے
اُٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

بہرکیف ہمیں انتخابی سیاست کے بجائے وہ راستہ اختیار کرنا ہوگا جو نبی اکرم ﷺ کے منہج اور سنت و اُسوہ سے قریب تر ہو۔ ہمیں راہنمائی وہاں سے لینی ہے۔ سورۃ المائدہ

جو تکمیل دین کی صورت ہے، اُس میں سابقہ شریعتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد حضورﷺ سے خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اے نبیؐ آپ پر جو قانون شریعت اتارا گیا ہے اُسے نافذ کیجیے، اسی قانون کے مطابق فیصلے کیجیے۔ اور ساتھ ہی ضمنی طور پر فرمایا کہ ﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدۃ:48) ''ہم نے تم میں سے ہر ایک کو شریعت بھی دی ہے اور منہاج بھی عطا کیا ہے۔'' بانی محترم فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح شریعتوں میں تھوڑا تھوڑا فرق رہا، اسی طرح منہاج بھی مختلف رہا ہے۔ اس دین کو قائم کرنے کا طریقہ منہج نبویؐ ہے۔ غلبۂ اسلام کے لیے حضورﷺ نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا وہ کیا ہے، اس کی مفصل شرح بانی محترم نے یوں تو چھ مراحل کے طور پر کی ہے لیکن خود انہوں نے اس کے لیے اپنے آخری خطاب میں اختصار کرتے ہوئے ایک اور پیرایہ اختیار کیا تھا، جو زیادہ واضح ہے۔ وہ یہ کہ نبوی طریق انقلاب کے بنیادی طور پر دو مراحل ہیں: جماعت کی تیاری اور تصادم۔

جماعت کی تیاری اور دعوت ابتدائی مرحلہ ہے، جس میں ''کفوا ایدیکم'' کا اصول چلتا ہے۔ ہاتھ بندھے رکھو جب تک کہ ایک معتدبہ تعداد نہ ہو جائے، حق کو بیان کرو مگر مخالفتوں کو برداشت کرو۔ گالی کے جواب میں گالی دینا، قانونی طور پر صحیح ہے۔ کسی نے تھپڑ مارا ہے تو جوابی طور پر آپ بھی تھپڑ رسید کرنے کا حق رکھتے ہیں لیکن دعوت کے مرحلے میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ تمہاری زبان سے بھی کوئی سخت بات نہ نکلے۔ بتوں کو برا بھلا ضرور کہو، غلط نظام کے خلاف آواز اُٹھاؤ، باطل کو باطل اور حق کو حق کہو، توحید کا نعرہ مستانہ بلند کرو، زبان سے حق بات بیان کرو، مگر جب مخالفتوں کے طوفان اُٹھیں تو انہیں خندہ پیشانی سے برداشت کرو۔ دوسرا مرحلہ جو تکمیلی مرحلہ ہے، باطل سے براہِ راست تصادم ہے۔ اس مرحلے میں آگے بڑھ کر باطل کو چیلنج کرو۔ جماعت کی تیاری کے مرحلے میں سیرت میں ہمیں نظر آتا ہے کہ ایمان کی دعوت ہے، جس کا منبع و ذریعہ اور سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ قرآن آلۂ انقلاب ہے۔ اس کے ذریعے افراد کے اندر تبدیلی لائی جاری ہے۔ اذہان وقلوب کو بدلا جا رہا ہے۔ جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں انہیں منظم کیا جا رہا ہے۔ پھر انہیں راہِ حق میں پیش آنے والی ہر قسم کی سختی برداشت کرنے کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ اُن کی اس انداز سے تربیت کی جا رہی ہے کہ حق بات پر جمے رہیں، چاہے اُن کے چیتھڑے بھی اڑا دیے جائیں، پسپائی اختیار نہ کریں۔ انہیں اولوا العزمی کا سبق دیا جا رہا ہے۔ ڈسپلن کا خوگر بنایا جا رہا ہے۔ یوں ایک جماعت حزب اللہ تیار ہو رہی ہے، تاکہ وہ باطل نظام پر کوڑا بن کر برسے۔ لیکن دعوت و جماعت کی تیاری کے مرحلے میں ہاتھ بندھے ہیں۔ اقدام کی اجازت نہیں۔ یہاں تک کہ سن 10 ہجری میں نبی اکرم کے چچا ابوطالب کی وفات کے بعد آپؐ کو اُن کی پروٹیکشن ختم ہو جاتی ہے تو آپؐ کو طرح طرح سے ستایا جاتا ہے، تب بھی یہ حکم برقرار رہتا ہے۔ اجازت نہیں ملتی کہ اب ہاتھ کھول دو، حالانکہ آنحضورﷺ کی جان کو سخت خطرہ ہوتا ہے، اور کسی بھی وقت آپؐ پر حملہ ہوسکتا ہے۔ ہاتھ اُس وقت کھولے جاتے ہیں جب اوس اور خزرج ایمان لے آتے اور مدینہ کی صورت میں ایک مرکز مل جاتا ہے۔ چنانچہ دوران سفر ہجرت نبیؐ پر اذن قتال کی آیت نازل ہوتی ہے۔ جماعت کی تیاری کے مرحلہ کے حوالے سے علامہ اقبال کا بہت خوبصورت شعر ہے ؎

بانشۂ درویشی در ساز و دمادم زن
چوں پختہ شوی خود را برسلطنتِ جم زن

اسی طرح ایک اور شعر ہے ؎

توخاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ، تعمیر نہ کر

آنحضورﷺ کی عظیم انقلابی جدوجہد میں تصادم کا مرحلہ تب آیا جب جماعت تیار ہوگئی۔ معتدبہ تعداد میں افرادی قوت بھی ہاتھ میں آگئی اور آپؐ کو ایک base بھی مل گیا۔ اب آپ نے آگے بڑھ کر سانپ کو بل سے نکالا گیا، اور سن 2 ہجری میں غزوۂ بدر کی صورت میں مسلح تصادم کا آغاز ہوا۔ تا آنکہ سن 8 ہجری میں مکہ فتح ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی حیثیت ام القریٰ کی تھی، لہٰذا جب وہاں دین غالب ہوگیا تو گویا سارا عرب اسلام کے زیرنگیں آ گیا۔ فتح مکہ کے بعد 9 ہجری میں غزوۂ حنین ہوئی۔ اس غزوہ میں عرب کے اُن قبائل کے خلاف جہاد ہوا، جو اسلام کی بالادستی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھے اور جب وہاں بھی مسلمانوں کو کامیابی حاصل ہوگئی تو گویا پورے جزیرۂ نمائے عرب پر اللہ کا دین غالب آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی غلبۂ اسلام کے بین الاقوامی مرحلے کا آغاز بھی ہوگیا۔ یہ ہے سیرت رسول کی راہنمائی۔

اس منہج کے ابتدائی مراحل تو آج بھی جوں کے توں ہوں گے۔ وہی قرآن کے ذریعے سے دعوت ایمان، تطہیر افکار ہوگی، افراد کی تربیت ہوگی، انہیں نظم کا خوگر بنایا جائے گا، تنظیم سازی ہوگی۔ البتہ تکمیلی مرحلے میں مسلح تصادم کے حوالے سے بانی محترم نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ آج کے دور میں تمدنی ارتقاء کی بناء پر تصادم یکطرفہ ہوگا۔ یہ اجتہاد اس لیے بھی کیا گیا ہے کہ دورِ نبوی میں مقابلہ کفار ومشرکین سے تھا جبکہ آج ہمارے سامنے کلمہ گو مسلمان ہیں جو نظام باطل کے رکھوالے ہیں اور کلمہ گو کا خون بہانا بہت بڑا ایشو ہے۔ اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کا یہ موقف ہے کہ فاسق وفاجر حکمران کے خلاف بھی مسلح بغاوت ہوسکتی ہے، بشرطیکہ آپؐ نے اتنی قوت جمع کرلی ہو کہ بغاوت کی صورت میں کامیابی کا حصول یقینی نظر آتا ہو، یعنی مسلح بغاوت نتیجہ خیز دکھائی دے۔ محض یہ نہ ہو کہ کشت وخون ہو، جس سے مزید خرابی پیدا ہو۔ غور کیجیے، جس زمانے کی بات امام ابوحنیفہ کررہے ہیں اس وقت کم از کم نیچے تو نفاذ شریعت تھا، اوپر محلات کے اندر گڑبڑ ہو رہی تھی۔ صرف حکمران فاسق و فاجر تھے، نیچے پورا سیٹ اپ موجود تھا۔ اِس وقت تو حال یہ ہے کہ نہ صرف حکمران بدترین درجے کے فاسق وفاجر ہیں، بلکہ شریعت کو کہیں بھی بالادستی حاصل نہیں ہے۔ اسلامی نظام کہیں بھی نہیں۔ مسلمان ایک ایسے معاشرے میں رہ رہے ہیں، جس میں باطل کی حکمرانی ہے اور طاغوت کا نظام رائج ہے۔ چنانچہ اندریں حالات مسلح بغاوت کی گنجائش پہلے سے بڑھ کر ہے، لیکن اس کی اولین شرط جیسا کہ واضح کیا گیا یہ ہے کہ اتنی تیاری ہو کہ جب آپ تصادم کے لیے نکلیں تو آپ کو اپنی کامیابی کا یقین ہو۔ یہ تیاری عددی اعتبار سے بھی ہو اور وسائل کے اعتبار سے بھی، ورنہ فساد ہوگا۔

سیرت سے ماخوذ طریق انقلاب میں تصادم کے مرحلہ میں جس اجتہاد کی بات ہم کر رہے ہیں وہ ایک محفوظ راستہ ہے۔ اس میں ہم کسی کلمہ گو کا خون نہیں بہائیں گے۔ تصادم تو ہوگا، مگر یہ یکطرفہ ہوگا۔ ایک تربیت یافتہ جماعت اُٹھے گی اور نظام کو jam کرے گی۔ احتجاجی مظاہرے ہوں گے، ان مظاہروں کے لیے ایک بڑی عوامی تحریک ساتھ ہوگی، لیکن ان کا نیوکلیئس منظم جماعت کی صورت میں حزب اللہ ہوگی۔ جب تک وہ حزب اللہ وجود میں نہیں آتی کوئی تحریک اُٹھانا خود اپنے

پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگا۔ ہمیں پہلے وہ حزب اللہ تیار کرنی ہوگی، پھر باطل نظام سے ٹکرانا ہوگا۔ حزب اللہ تیاری کے مرحلے میں زبان سے نہی عن المنکر کرے گی، اور جب قوت ہاتھ آ گئی، تو منظم عوامی تحریک کے ذریعے نظام کا خاتمہ کرے گی۔ ظاہر ہے، سب سے بڑا منکر طاغوتی نظام ہے۔ اس کے خلاف قوت کا استعمال ایک عوامی تحریک کے ذریعے ہوگا۔ یہ ہے اسلامی انقلاب کا درمیانی راستہ ہے جو بیلٹ اور بلٹ دونوں سے جداگانہ ہے۔ یہ منظم عوامی تحریک کے ذریعے انقلاب کا راستہ ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ جب مسلح تصادم ہوتا ہے اس وقت بھی افراد جان ہتھیلی پر لے کر نکلتے ہیں اور یہاں بھی جان ہتھیلی پر لے کر نکلنا ہوگا۔ یہاں بھی قربانی دینی ہوگی۔ جانیں قربان کرنا ہوں گی۔ ہر قسم کا تشدد اور سختیاں جھیلنے کے لیے ذہنا تیار رہنا ہوگا۔

موجودہ دور میں اس قسم کے انقلاب کی مثال انقلاب ایران ہے۔ یہ انقلاب انتخاب کے ذریعے نہیں آیا، نہ ہی یہ مسلح بغاوت کے ذریعے آیا بلکہ ایک زبردست عوامی تحریک چلی جس نے رائج نظام کا خاتمہ کر دیا۔ اگرچہ بانی محترم اس انقلاب کے حقیقی انقلاب ہونے کے حوالے سے اس پر تنقید بھی کرتے تھے کہ وہ ایک حقیقی انقلاب نہیں تھا، لیکن اس سے تبدیلی بہرحال آئی ہے۔ اِسی طرح جنرل ضیاء الحق کے خلاف پچاس ہزار شیعوں نے دھرنا دیا تھا۔ وہ پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے دھرنا دے کر بیٹھ گئے تھے کہ زکوٰۃ آرڈیننس واپس لو، ورنہ ہم یہاں سے نہیں اُٹھیں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ضیاء الحق کو گھٹنے ٹیکنے اور آرڈیننس واپس لینا پڑا۔ اس دور میں تو عوامی تحریکوں کے ذریعے بڑے بڑے جمے تخت اُلٹ گئے ہیں۔ اب تو ایک سلسلہ چل نکلا ہے۔ اس سے واضح ہوگیا ہے کہ عوامی تحریک کے ذریعے آپ ایک جما ہوا تخت اکھاڑ سکتے ہیں، اگرچہ دوبارہ تعمیر تو صحیح بنیاد پر اُسی وقت ہوگی جب حزب اللہ مضبوط ہوگی، جو تحریک کو اپنے کنٹرول میں کر سکے اور اس کے نتائج کو سمیٹ سکے۔ ورنہ آپ نے جما ہوا تخت اکھاڑ بھی دیا تو اس کے بعد مقتدر طبقات ہی نئے چہروں کے ساتھ پھر اس پر قبضہ کر لیں گے۔ اس ملک میں ایسا کئی بار ہوا ہے۔ انتخابی راستے سے تبدیلی کی سوچ بھی غلط ثابت ہوگئی ہے۔ اس ملک میں ایم ایم اے کو انتخابی راستے سے آگے آنے کا موقع ملا تھا۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں اُس نے پانچ سال حکومت کی، مگر دینی اعتبار سے ایک انچ کی بھی پیش رفت نہ ہوئی۔ بہرحال غلبہٗ اسلام کا اصل راستہ عوامی تحریک ہے۔ لیکن اس کے لیے نیوکلیس حزب اللہ مضبوط ہو، یعنی اُس کے افراد پہلے اپنی جانوں پر، پہلے اپنے وجود پر اللہ کا دین اور شریعت نافذ کریں۔ اپنے گھروں میں اور اپنے محلوں میں نہی عن المنکر باللسان کا فریضہ ادا کریں۔ تاکہ لوگوں پر واضح ہو کہ ہاں یہ لوگ واقعتاً دین کے علمبردار ہیں۔ یہ پہلے زبان سے باطل نظام کے خلاف مظاہرے کرتے آئے ہیں، فحاشی و عریانی اور سودی معیشت کے خلاف جہاد باللسان کرتے رہے ہیں، اور اب یہ میدان میں آئے ہیں۔ یہ سچے لوگ ہیں۔ اس مقصد کے لیے پہلے دعوت کا کام بڑے پیمانے پر کرنا ہوگا اور معاشرے میں اپنا ایک انقلابی رول منوانا ہوگا۔ اپنے اندر ہر قسم کے جبر و تشدد کو برداشت کرنے کی خو پیدا کرنی ہوگی۔ ورنہ یہی ہوگا کہ ایک طرف سے لاٹھی چارج شروع ہوا تو دوسری طرف سے مجمع غائب ہو جائے گا۔ اسلامی انقلاب کے کارکن دینی اعتبار سے پختہ کار ہو کر اور شہادت کی آرزو لے کر میدان میں آئیں۔ اس راہ میں اللہ تعالیٰ جان قبول کر لے تو اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوسکتی ہے۔ انقلاب کبھی خون دیئے بغیر نہیں آتا۔ اس ملک میں بھی نہیں آئے گا۔ لیکن راستہ یہ ہے۔ ہم کسی کلمہ گو کا خون نہیں بہائیں گے، لیکن اپنی جانیں دینے کے لیے تیار ہوں گے۔ اور یہ بھی ایک اجتماعی قوت کا اظہار ہوگا۔ تحریک کیا ہوتی ہے؟ قوت کا اظہار، سسٹم کو بلاک کرنا کہ ہم اِسے نہیں چلنے دیں گے، اس کے خاتمے تک یہاں سے نہیں اُٹھیں گے، یہیں پر دھرنا دیں گے۔

آپ کو معلوم ہے ہماری دینی سیاسی جماعتیں نے دھرنے کے ذریعے کئی مرتبہ سیاسی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ بے نظیر بھٹو کے خلاف محترم قاضی حسین احمد صاحب کا دھرنا کامیابی ایک نمایاں مثال ہے۔ پھر وکلاء نے تحریک چلائی۔ وہ بھی بالآخر دھرنا دینے کے عزم سے نکلے تھے۔ ایک وکیل سے بعد میں میری ملاقات ہوئی۔ وہ میرا انٹرویو کرنے آئے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ میں وکلاء تحریک میں بہت فعال تھا۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ جب آپ اسلام آباد کو اپنی منزل بنا کر اور وہاں دھرنا دینے کے ارادے سے نکلے تو آپ کے اندر جذبہ کیا تھا؟ اگر وہاں آپ پر لاٹھی چارج ہوتی یا گولیاں چلتیں تو کیا آپ نے وہیں رہنا تھا؟ کہنے لگے، ہاں ہم تو اسی جذبے سے گئے تھے کہ خواہ لاٹھیاں برسیں یا گولی چلے، ہم نے استقامت دکھانی ہے۔ میں نے کہا، پھر اس ذریعے سے آپ اسلام کیوں نہیں لا سکتے؟ بہرکیف منظم عوامی تحریک ہی نفاذ اسلام کا اصل راستہ ہے۔

بانی محترم دینی جماعتوں کو سمجھاتے رہے کہ انتخابی سیاست سے باہر آؤ۔ یہ دلدل ہے، اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس انقلابی راستے کو اختیار کرو۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ بالکل انہی دنوں میں جب بانی محترم کا انتقال ہوا ہے لاہور میں دیوبند مکتب فکر کی سب سے بڑی درس گاہ جامعہ اشرفیہ لاہور میں پورے پاکستان سے اکابر دیوبند جمع ہوئے تھے۔ سہ روزہ اجتماع ہو رہا تھا۔ اس اجتماع کے آخر میں جو اعلامیہ جاری ہوا، اس میں وہی باتیں تسلیم کی گئیں جو پچھلے 30،35 برس سے بانی محترمؒ اس قوم بالخصوص اہل دین سے کہتے رہے تھے، لیکن کوئی سننے کو تیار نہیں تھا۔ پہلی بات یہ تسلیم کی گئی کہ اس ملک میں جو بگاڑ ہے، زوال، انحطاط، معاشی بدحالی ہے، امن و سکون تباہ ہے، ہم امریکی غلامی کے شکنجے میں آ چکے ہیں، اس کا اصل سبب ملک میں شریعت کا قائم نہ ہونا ہے۔ گویا بین السطور یہ مان لیا گیا کہ ہمارا اجتماعی جرم شریعت کو قائم نہ کرنا ہے، جس کی سزا ہمیں مل رہی ہے۔ لہٰذا ہمارا کام یہ ہے کہ شریعت قائم کریں۔ اگلا نقطہ یہ تھا کہ اس ملک کے تمام سیاسی و دینی طبقات کی اولین ذمہ داری ہے کہ اس ملک میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کریں، اس مقصد کے لیے عوامی تحریک چلائیں اور حکومت پر نفاذِ شریعت کے لیے دباؤ ڈالیں۔ یقیناً اس راستے سے ہم اللہ کے دین و شریعت کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ عوامی تحریک چلا کر اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے اقلیت میں ہونے کے باوجود اپنے عائلی قوانین کا تحفظ کروالیا تو ہم اکثریت میں ہوتے ہوئے اسلام نافذ کیوں نہیں کروا سکتے۔ چنانچہ دینی جماعتوں کو اب بھی ہمارا پیغام یہ ہے کہ انتخابی راستے کو ترک کر کے نفاذ اسلام کے لیے منظم عوامی تحریک چلائیں۔ الحمد للہ، مجھے جہاں بھی موقع ملا، میں نے دینی قائدین سے یہی بات کہی ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے لیے حال ہی میں جو تحریک چلی، وہ الحمد للہ کامیاب ہوگئی۔ حکومت بیرونی دباؤ کے تحت تحفظ ناموس رسالت کے قانون 295-C کو کالعدم قرار دینا چاہتی تھی۔ ایک گورنر نے فرعون بنتے ہوئے کہا تھا کہ (معاذ اللہ) یہ کالا قانون

ہے۔ اس کے خلاف تحریک چلی ہے تو حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے، حالانکہ امریکہ اور یورپی یونین کا سخت دباؤ تھا۔ تو میں بار بار یہ کہتا رہا کہ نفاذ اسلام کے لیے یہ طریقہ کیوں نہیں اختیار کیا جاتا۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک میں اللہ کے دین کا نفاذ نہیں ہے۔ ہمارا دستور منافقت کا پلندہ ہے۔ اسی دستور نے صدر اور گورنر کو یہ حق دیا تھا کہ وہ قانون سے ماوراء ہیں، لہٰذا جو چاہیں کریں۔ آپ کہتے ہیں کہ آئین کے اندر یہ بھی شق ہے کہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہوگی، مگر مسئلہ یہ ہے کہ اس شق کو دوسری شقوں پر برتری حاصل نہیں۔ پھر اِسی دستور میں اسلام کے خلاف شقیں موجود ہیں۔ مثلاً ہمارا دین تو کسی بڑے سے بڑی آدمی کو بھی چھوٹ نہیں دیتا، حکمران کو بھی ایک عام آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہونا پڑتا ہے، لیکن یہاں آپ نے صدر کو بالائے قانون رکھ دیا۔ چنانچہ اس طرح کے مسائل ایک ایک کر کے حل کرنے کی بجائے آپ ایک ہی مرتبہ نفاذ شریعت کی تحریک کیوں نہیں چلاتے۔ بہرکیف اگر دینی جماعتیں اس راستے پر نہیں آتیں پھر بھی ہمیں تو یہی کام کرنا ہے، اس کام کو لے کر آگے بڑھنا ہے، ان شاء اللہ۔ اس کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ آپ رفقاء دعوت کے کام کو تیز کریں۔ منکرات کے حوالے سے سخت جذبات رکھیں، ان کے خلاف علانیہ مظاہرے ہوں، گفتگوئیں ہوں، تاکہ معلوم ہو کہ یہ لوگ شیطانی اور ابلیسی نظام کے خلاف جو اس وقت پوری دنیا میں ہے، اُٹھنے والے ہیں۔ اسی سے دعوت کا دائرہ بھی وسیع ہوگا اور ایک حزب اللہ بھی وجود میں آئے گی۔ پھر اگر آپ پوری تیاری کے ساتھ نکلیں گے تو ان شاء اللہ پاکستان کی تمام دینی جماعتوں کے مخلص لوگ بھی آپ کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اس سے پہلے یہ سارا ہوم ورک کرنا ہوگا۔ پہلے ان مراحل سے گزرنا ہوگا، اپنے وجود پر شریعت قائم کرنی ہوگی۔ ورنہ یہ عجیب بات ہوگی کہ آپ اسلام آباد پر دین و شریعت کا پرچم لہرانے نکلیں مگر آپ کے اپنے وجود پر شریعت قائم نہ ہو، آپ کے اپنے گھر پر اسلام نافذ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے آپ پر، اپنے گھر پر اور اس ملک میں نفاذِ شریعت کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

☆☆☆

مہمند ایجنسی پر نیٹو حملہ

متنازعہ میمو پر عمل در آمد کا پہلا قدم

انجینئر مختار فاروقی

گزشتہ دو ماہ سے ایک متنازعہ میمو کا تذکرہ اخباری صفحات میں تسلسل کے ساتھ آ رہا ہے۔ پہلے ایک چھوٹی سی خبر اوائل اکتوبر 11ء میں پریس کی زینت بنی کہ ایک میمو صدر زرداری صاحب کی طرف سے منصور اعجاز نامی شخص نے امریکی اہم عہدیدار کو پہنچایا ہے اور اس میں صدر زرداری نے مبینہ طور پر امریکی صدر سے درخواست کی ہے کہ پاکستانی فوج کے صدر زرداری کے خلاف کسی ممکنہ اقدام سے انہیں بچایا جائے۔ دو ہفتے بعد 18/اکتوبر 11ء کو ایوانِ صدر سے اس کی تردید آ گئی۔ مگر — یہ اٹھارہ دن کا وقفہ یہ ظاہر کر رہا تھا کہ یقیناً یہ خبر کسی ٹھوس بنیاد پر ہی جاری ہوئی تھی۔ آنے والوں دنوں میں یہ خبر ایک گرم خبر بن گئی اور ہر طرف سے صدر زرداری، وزیر اعظم اور امریکہ میں سابق پاکستانی سفیر حسین حقانی پر تنقید ہونے لگی۔ ملک کے کونے کونے سے اس پر سخت لہجے میں بیان آنے لگے۔ اس متنازعہ میمو میں مڈل مین کے طور پر استعمال ہونے والا شخص منصور اعجاز بھی سخت تنقید کا نشانہ بن گیا۔ اسی دوران ایسی خبریں بھی پریس میں دیکھنے کو ملیں کہ صدر زرداری اور منصور اعجاز کے درمیان اس میمو کو محفوظ طریقے پر متعلقہ حکام تک پہنچانے کے لئے انہیں ایک خاص خطیر رقم کا وعدہ کیا گیا تھا، جس کی پہلی قسط کے بعد باقی رقم ادا نہیں کی گئی۔ یہ خلاف ورزی میمو کے جاری کرنے والے کی ایک بیدار مغزی اور چالاکی بھی ہو سکتی ہے یا مبینہ میمو (کے اندراجات پر) جاری ہونے کے بعد کسی After Thought کا نتیجہ بھی۔

قوم کی خوش قسمتی کہ یہ متنازعہ میمو منظر عام پر آ گیا اور اس کے کچھ مندرجات کی جھلک بھی۔ اس ساری بحث میں ایک تو منصور اعجاز کو سخت تنقید کے بعد اُسے متنازعہ بنا دیا گیا اور دوسرے کسی خوفناک انقلاب یا حقیقی عوامی ردِ عمل سے بچنے کے لئے امریکہ میں پاکستان کے سفیر کو بلا کر کچھ معمول کی کارروائی ظاہر کی گئی جس کے نتیجے میں بظاہر (یا ایک ڈیل کے طور پر) اُن سے استعفا لے لیا گیا اور مذکورہ سفیر جناب حسین حقانی صاحب کو یوں امریکہ میں آزادانہ بیان جاری کرنے سے باز رکھنے کے لئے ایک کامیاب قدم اُٹھا لیا گیا۔

متنازعہ میمو کن حالات میں لکھا گیا، یہ بہت اہم ہے۔ حقانی نیٹ ورک کا شوشہ امریکہ کی طرف سے ابھی تازہ ہے۔ حقانی نیٹ ورک کی امریکی مفادات پر ضرب کاری سے امریکیوں کی بوکھلاہٹ ظاہر و باہر ہے۔ پاکستان پر اس ضمن میں جائز و ناجائز ہر طرح کا دباؤ ڈالا جانا ضروری تھا۔ شمال مغربی علاقوں میں فوجی کارروائی پر اصرار امریکی پالیسی کا حصہ ہے۔

عین اسی وقت مشرق میں بھارتی سفارتی دباؤ اور ازلی دشمن بھارت کو پاکستان کی طرف سے انتہائی پسندیدہ قوم (Most Favourite Nation) قرار دینے کا مطالبہ بھی انہیں دنوں کی بات ہے۔ اس پر مستزاد یہ ہے کہ ہماری اعلیٰ عدلیہ (اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے۔ آمین) کی طرف سے این آر او کیس پر نظر ثانی کی اپیل مسترد کر دیے جانے کا واقعہ ہے۔ حیرت ہے کہ عدلیہ کا اس اپیل پر تبصرہ یہ تھا کہ این آر او تو ایک کالا قانون تھا، ایک آمر نے جاری کیا تھا۔ اس سے آٹھ ہزار سے زائد افراد نے فائدہ اُٹھایا تھا۔ اس این آر او کو موجود پارلیمنٹ توثیق کر کے ایک قانون بنا سکتی تھی (مگر ایسا عالمی سطح پر کرپشن کی حمایت کرنے کی بدنامی سے نہ کیا) کوئی دوسرا، این آر او کی منسوخی کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لئے نہ آیا — صرف وفاق کو کیا پریشانی ہے؟ پریشانی تو دیدنی ہے۔ حیرت اس بات کی ہے کہ اس عالم میں بعض سیاسی جماعتیں صدر زرداری کو

اپنی غیر مشروط حمایت کی یقین دہانی کرا رہی ہیں۔ پھر ملکی پریس میں بعض سیاسی تجزیہ نگار اور سیاسی رہنما اپنی اپنی معلومات کے مطابق آنے والے دنوں کو حکومت کے لئے بہت 'سخت' اور 'خطرناک' قرار دے رہے ہیں۔

حالات کے پس منظر میں موجود واقعات (Under Currents) میں سب سے اہم یہ ہے اور اسے ساری دنیا جانتی ہے کہ موجود حکومت عوامی حمایت کی بجائے امریکی حمایت کے سہارے قائم ہے اور گزشتہ چار سال کی کارکردگی سے ظاہر ہے کہ حکومت بالعموم امریکی ایجنڈے پر عمل درآمد کر رہی ہے۔ حکومت این آر او پر نظر ثانی کیس کے فیصلے کے بارے میں پہلے سے ہی زیادہ پر اُمید نہیں تھی۔ وہی ہوا جس کی سب توقع کر رہے تھے۔

اس پس منظر میں — متنازعہ میمو کے بارے میں یہ قیاس آرائی خاصی وزنی ہے کہ یہ میمو امریکی اشارے پر لکھا گیا تھا اور صرف سفارتی آداب کی خاطر یا Back Door Diplomacy کے تحت یہ خط جاری کرایا گیا اور اس کو منظر عام پر لانے کے لئے بھی خاص وقت اور موقع سامنے رکھا گیا۔ لہٰذا ہماری حکومت سے زیادہ امریکی عہدیداروں کو معلوم تھا کہ اس متنازعہ میمو سے کس وقت اور کتنا فائدہ حاصل کرنا ہے۔ خصوصاً جب کہ دو ماہ قبل کراچی میں ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے کراچی کے حالات کی خرابی کے پس منظر میں امریکی فوج کی طرف سے پیش قدمی کا راستہ ہماری عدلیہ نے بر وقت کارروائی کر کے روکا۔ پھر متحدہ کو آئینہ دکھانے کے لئے ذوالفقار مرزا کا سامنے آجانا، پھر سندھ میں سیلاب کی تباہی، پنجاب کے دل لاہور میں مسلم لیگ (ن) کی قیادت کے خلاف سندھ کے خراب حالات میں ڈینگی وائرس (جسے ہیلری وائرس یا پیٹریاس وائرس یا نیٹو وائرس کہنا زیادہ صحیح ہے) کا غیر متوقع طور پر پھیل جانا، جس کو حکومت نے سرتوڑ کوشش کر کے کنٹرول کر لیا — ان تزویراتی ناکامیوں کے بعد امریکہ نے یہ متنازعہ میمو لکھوا کر اور عام کر کے اپنے لئے پاکستان کے معاملات میں فوجی مداخلت کا جواز پیدا کیا ہے۔

قرائن یہی بتاتے ہیں کہ ہماری مغربی سرحد کی پاکستانی چوکیوں پر بلاجواز بمباری ایک سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہے۔ اور متنازعہ میمو کس نے لکھا ہے؟ کیوں لکھا ہے؟ پاکستان کی سالمیت کے لحاظ سے کون اس کا مجرم ہے؟ سوال اپنی جگہ — اس متنازعہ میمو میں اُٹھائے گئے نکتہ پر عمل درآمد کر کے امریکہ نے ہماری چوکیوں پر حملہ کر کے کر دیا ہے۔ یہ حملہ امریکہ اور نیٹو کی طرف سے اس متنازعہ میمو پر عمل درآمد کی طرف پہلا قدم ہے۔

پاکستان اس متنازعہ میمو پر کیا کارروائی کرتا ہے، صدر زرداری کے خلاف پارلیمنٹ میں مؤاخذہ کی نوبت آتی ہے یا نہیں، عوامی سطح پر تحریک چلتی ہے کہ نہیں، امریکہ کو اس متنازع میمو سے دو فوری فائدے ہو گئے جو اس کے منصوبے کے عین مطابق ہیں۔ ایک براہ راست ہماری سیکیورٹی فورسز کی چوکیوں پر حملہ اور دسیوں اہلکاروں کی شہادت اور دوسرے امریکی حمایت یافتہ زرداری حکومت کی این آر او نظر ثانی اپیل کے مسترد ہونے کے ماحول میں پوری قوم کا صدر زرداری کی حمایت کا اعلان۔ اگر نگاہیں دیکھنے والی ہوں اور نظر حالات پر ہو تو اس صورت حال پر خون کے آنسو رونے کو دل کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ پاکستان کے مسلمان (اور اُن کے اوپر مسلط حکمران اور فوج) نظریۂ پاکستان سے انحراف کر کے اللہ تعالیٰ سے حالت جنگ میں ہیں اور دنیا میں کوئی کامرانی، عزت اور وقار اس وقت تک نہیں مل سکتا جب تک ہم امریکی ایجنڈا کی حمایت سے گلوخلاصی کرا کے اپنے دین پر عمل درآمد کی راہ پر نہیں آجاتے۔ یہی دو قومی نظریہ ہے۔ یہی نظریہ پاکستان ہے۔ یہی علامہ اقبال کا خواب تھا۔ یہی قائداعظم کی آرزو تھی اور یہی جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کے اجتماعی ضمیر کا 14 اگست 1947ء کا فیصلہ تھا کہ یہاں قرآن کا آئین ہو، اسلام نافذ ہو، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل درآمد ہو۔

کاش ہمارے مقتدر طبقات اس بھولے ہوئے سبق کو جلدی یاد کر لیں اور واپسی کا سفر اختیار کر لیں۔ اے اللہ ایسا ہی کر دے۔ (آمین)

پاکستانی چیک پوسٹوں پر حملہ اور ہمارا طرزِ عمل

☆ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم نام نہاد دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ سے علیحدگی اختیار کر لیں؟
☆ کیا ہماری حکومت شمسی ائیر بیس خالی کروانے اور نیٹو کی سپلائی روکنے کے فیصلے پر قائم رہے گی؟
☆ کیا امریکہ نے پاکستانی چیک پوسٹوں پر حملہ کر کے ہماری فوج کو عملی سبق سکھانے کی کوشش کی ہے؟
☆ سانحۂ ایبٹ آباد، میموگیٹ سکینڈل، پاکستانی چیک پوسٹوں پر حالیہ حملہ صدر زرداری پُر اسرار طور پر کیوں خاموش ہیں؟
☆ کیا میموگیٹ سکینڈل اور پاکستانی چیک پوسٹوں پر نیٹو حملوں میں کوئی ربط و تعلق ہے؟
☆ U.A.E کے وزیر خارجہ صدر پاکستان سے ملاقات کے بعد جنرل اشفاق پرویز کیانی سے کیوں ملے؟
☆ ہماری دینی جماعتیں ملک میں مکمل نفاذِ شریعت کے لیے مشترکہ جدوجہد کیوں نہیں کرتیں؟
☆ طالبان کے ہاتھوں امریکی شکست کے بعد ہر گزرتے دن پاک امریکہ تعلقات کیوں بگڑ رہے ہیں؟

ان سوالات کے جواب تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ

www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں دیکھیے

مہمانانِ گرامی : حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ (ڈپٹی سیکرٹری جنرل جماعت اسلامی)

میزبان : وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء و تجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع و بصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

''آؤ سجدے میں گریں، لوح جبیں تازہ کریں''

سالانہ اجتماع کے بارے میں رفیق تنظیم نادر عزیز کے مشاہدات وتاثرات

بہاولپور سے تقریباً پانچ کلومیٹر قبل دریائے ستلج کے کنارے شہری زندگی کی گہما گہمی سے دور شور وغل سے پاک پُرسکون اور فطری ماحول کی آغوش میں رفقائے تنظیم اسلامی اپنی پیشانیوں پر نقوش سجود لئے سنتِ رسولؐ سے مزین چہروں کے ساتھ اپنی کمر پر سامان استراحت باندھے ہاتھوں میں دستی بیگ اٹھائے قدرے جھکے ہوئے جوق در جوق اپنے حلقہءِ یاراں سے انتہائی جوش وجذبے سے ہنستے مسکراتے ملتے ملاتے اجتماع گاہ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ رفقاء سے ملاقات کی راحت اُن کے چہروں پر عیاں تھی۔ ان اہلِ ایمان کی آمد نے اس سنسان اور بیابان ریگزار کی قسمت کو قابل رشک بنا دیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ برلب دریا خیمہ زن ہے۔ یہ قافلہ یقیناً اپنے ایمان اور فکر کی آبیاری کے لیے یہاں پہنچا تھا۔ میر کارواں کو اپنے قافلے کی تشنگی کا بخوبی علم تھا اور اس نے فکری راہنمائی اور ایمان کی تازگی کا خاطر خواہ اہتمام کیا تھا۔ اجتماع گاہ کو دیکھ کر یوں لگ رہا تھا کہ شاید اس قطعۂ اراضی کا انتخاب اقبال کے درج ذیل شعر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

اجتماع کے ابتدائی اور اختتامی خطبات امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید کی فکر انگیز اور ایمان پرور گفتگو پر مشتمل تھے، خصوصاً اپنے اختتامی خطبہ میں اپنی والدہ محترمہ ناظمہ علیا تنظیم اسلامی کا رفقاء کے نام پیغام پڑھتے ہوئے اُن کی آنکھیں نمناک ہوگئیں اور انہیں کچھ لمحات کے لئے توقف کرنا پڑا۔ دراصل اُن کے منہ سے نکلا ہوا یہ جملہ اُن کی چشم نم کا باعث ہوا کہ ''ناظمہ علیا کا وجود صرف اپنی اولاد ہی کے لیے نہیں بلکہ تنظیم کے ہر رفیق کے لئے باعث رحمت ہے، وہ اقامت دین کی راہ پر گامزن ہر راہی کے لئے ہمیشہ دعا گو رہتی ہیں۔''

دورانِ اجتماع مدرسین کی تقاریر اپنے لب ولہجے اور مضمون کے اعتبار سے دل ودماغ کی تسکین کا باعث تھیں۔ زیادہ تر تقاریر کا موضوع دعوت دین کے کسی نہ کسی پہلو کی وضاحت پر مبنی تھا۔ تمام تقاریر میں رفقاء کی فکری اور عملی راہنمائی کا سامان موجود تھا۔ رفقاء اپنے انفرادی وقت میں ذکر واذکار، ادائیگی نوافل اور خصوصاً تنظیمی فکر کے حوالے سے اپنے اپنے حلقوں میں تبادلہ خیال کرتے رہے اور احباب کو تنظیمی فکر کی موجودہ دور میں اہمیت کے حوالے سے گفتگو کرتے رہے۔ رفقاء کی اجتماع میں آمد کا مقصود یقیناً یہی تھا۔

سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوشِ بندگی
آؤ، سجدے میں گریں، لوح جبیں تازہ کریں

دورانِ پروگرام ناظمِ اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی صاحب کی کمپیئرنگ لاجواب تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً موقع کی مناسبت سے اپنے دلچسپ جملوں سے رفقاء کی ذہنی تھکان کو دور کرتے رہے۔ رفقاء ایک لمبی تقریر کے بعد اُن کے ایک جملے سے خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگتے۔ خصوصاً اُن کا یہ لطیفہ کہ مطبع نظر سے نہیں، غالباً طبع سے ماخوذ ہے اور ایک فلاں نمبر کی گاڑی گم ہوئی ہے، جس صاحب کی ہو وہ مجھ سے رابطہ کرے، کیونکہ اُس کی چابیاں میرے پاس ہیں۔

اجتماع گاہ کا ہر پہلو قابلِ ستائش تھا۔ رفقاء کی رہائش گاہیں، بازار، غسل خانے، اجتماع ہال جو دارِ ارقم کے نام سے موسوم تھا، رفقاء کو اجتماع گاہ تک لانے لے جانے کا انتظام، یہاں تک کہ موبائل چارجنگ تک کا اہتمام کیا گیا تھا۔ اجتماع گاہ ان تمام سہولیات سے بھرپور تھی جس کی کوئی بھی مہمان اپنے فیاض میزبان سے توقع کرتا ہے۔ اس قدر منظم اور خوبصورت انتظام دیکھ کر واضح طور پر یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس انتظام کے پیچھے رفقاء کی شدید محنت اور توانائی خرچ ہوئی۔ خصوصاً شہر سے دوری کے باعث انتظامات میں کئی گنا زیادہ محنت لگی ہوگی۔ ہم اس موقع پر ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی اور ناظم اجتماع محمد جہانگیر اور اُن کی ٹیم کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اور ان تمام رفقاء کو جنھوں نے اس کام میں اپنی توانائیاں صرف کیں، بے انتہا اجر وثواب سے نوازے۔

بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اکثر سالانہ اجتماع کے موقع پر اپنے اختتامی خطبہ میں رفقاء کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر میری خوشی اس کسان کی خوشی سے کم نہیں ہوتی جو اسے اپنی مسلسل اور شدید محنت کے بعد سرسبز اور لہلہاتی کھیتی کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بانی محترم کے لگائے ہوئے اس باغ کو ہمیشہ سرسبز وشاداب رکھے اور اس کی خوشبو سے سارے جہان کو معطر کرے اور اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام قائم ہو۔ (آمین)

اندرون وبیرون ملک (بذریعہ DHL)
اپنے ڈاکومنٹس اور پارسل مناسب ریٹ پر بھجوانے کے لیے
ایک فون کال پر ہمارا نمائندہ حاضر
طلبہ اور رفقاء کے لیے خصوصی رعایت
FAST TRACK PARCEL SERVICES
G-93، زینب ٹاورز، لنک روڈ ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 042-35942328, 0345-4006022
نوٹ: دوسرے شہروں کے افراد بھی اس رعایت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں

روداد اجتماع

مرکزی اجتماع گاہ بہاولپور میں

تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع

مرتب: محبوب الحق عاجز

اجتماع سے فکر کو تازگی اور جذبات کو مہمیز ملی

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کی مفصل روداد

تنظیمی اور جماعتی زندگی کا ناگزیر تقاضا ہے کہ افراد کی فکری نشوونما اور تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ چنانچہ ہر اجتماعیت جو ایک ٹھوس مقصد لے کر اُٹھتی ہے، اپنی فکری اساس پر کارکنوں کی تربیت کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے مجالس اور اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے، جن سے فکر کو تازگی اور جذبوں کو مہمیز ملتی ہے۔ تنظیم اسلامی ایک اسلامی انقلابی جماعت ہے۔ جو رسول اللہ ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ماخوذ منہج انقلاب پر چلتے ہوئے پہلے مملکت خداداد پاکستان میں اور پھر کل روئے ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ چاہتی ہے۔ تنظیم اپنے رفقاء کی فکری تربیت اور ذہن سازی کے لیے مختلف سطحوں پر پروگراموں کا انعقاد کرتی ہے۔ اس مقصد کے لیے سب سے بنیادی سطح کا پروگرام اسرہ میٹنگ ہے، جس میں چند رفقاء اپنے نقیب کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور سب سے بڑا اجتماع جس میں تنظیم کے تمام رفقاء مدعو ہوتے ہیں، سالانہ اجتماع ہے۔ تنظیم میں سالانہ اجتماع کا انعقاد بھی تسلسل سے کیا جاتا ہے۔ قبل ازیں یہ اجتماع سادھوکے میں ہوتا رہا، لیکن چند سال پہلے تنظیم اسلامی نے پورے ملک کا وسط خیال کرتے ہوئے بہاولپور میں اجتماع گاہ کی غرض سے 137 ایکڑ پر محیط قطعہ اراضی حاصل کیا۔ جس پر اجتماع گاہ کی ضروریات کی مناسبت سے ضروری تعمیرات کی گئیں۔ پچھلے سال سالانہ اجتماع اسی اجتماع گاہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ اور اعلان کیا گیا تھا۔ اجتماع گاہ کے جملہ انتظامات کو بھی حتمی شکل دے دی گئی تھی، تاہم حکومت نے سیکیورٹی خدشات کے تحت اجتماع کے انعقاد میں رکاوٹیں ڈالیں اور یہ اجتماع وہاں نہ ہوسکا۔ اب کی بار اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل اور عنایت سے تنظیم اسلامی اپنے پروگرام کے مطابق 18 تا 20 نومبر 2011ء کو مرکزی اجتماع گاہ میں اجتماع کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

یہ اجتماع عام تھا، اور اِس میں مبتدی اور ملتزم تمام رفقاء کی شرکت لازمی تھی۔ چنانچہ پورے ملک سے رفقاء ذوق وشوق سے اِس میں شریک ہوئے۔ اجتماع کا باقاعدہ آغاز اگرچہ عصر کی نماز سے ہوا لیکن رفقاء صبح سے ہی اجتماع گاہ میں پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ 18 نومبر جمعۃ المبارک تھا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے خطبۂ جمعہ دیا۔ رفقاء نے اُن کی امامت میں نماز ادا کی۔ اجتماع کے ناظم حسب سابق حلقہ لاہور کے امیر محمد جہانگیر مقرر ہوئے تھے۔ اُن کے معاونین کی انتھک محنت نے اجتماع گاہ کو خوبصورت قطعہ میں بدل دیا تھا۔ چنانچہ شرکائے اجتماع کو کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ رفقاء واحباب کی رہائش گاہوں کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ کھانے کا انتظام رہائش گاہوں کے اندر ہی کیا گیا تھا۔ اجتماع گاہ میں مکتبہ خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کے سٹال بڑے قرینے سے سجے تھے۔ داخلی دروازہ کے ساتھ ہی گاڑیوں کی پارکنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ استقبالیہ کیمپ کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء، چائے اور پھلوں کے سٹال لگے تھے۔ جلسہ گاہ میں پروگراموں کا انتظام بھی بہت عمدہ تھا۔ بلاشبہ ناظم اجتماع اور اُن کی ٹیم نے انتظامی ذمہ داریوں کو احسن انداز میں سرانجام دیا تھا۔ ذیل میں اجتماع کے پروگراموں کی مفصل روداد پیش کی جارہی ہے۔

جمعۃ المبارک، 18 نومبر 2011ء

خطبہ جمعۃ المبارک: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے اپنے خطبۂ جمعہ میں اجتماع کے انعقاد پر اللہ کا شکر ادا کیا اور رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ اسلامی انقلاب کے طریق پر گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں بہت سی جماعتیں اس بات کی دعویدار ہیں کہ ہم جو دینی جدوجہد کررہے ہیں، اس کا مقصد پاکستان میں شریعت کا نفاذ اور دین اللہ کا قیام ہے۔ لیکن ان کے طریقہ کار میں فرق ہے۔ ایک طرف تبلیغی جماعت ہے، جس کے وابستگان کہتے ہیں کہ بس دعوت کا کام کرتے رہو، ایک وقت آئے گا کہ دعوت کے نتیجے میں لوگ سچے پکے مسلمان بن جائیں گے تو پھر شریعت بھی نافذ ہوجائے گی۔ دوسری جانب نفاذ شریعت کی دعویدار اکثر دینی جماعتیں وہ ہیں جو انتخابی سیاست کے راستے پر چل رہی ہیں۔ برعظیم پاک وہند میں پچھلی صدی میں بہت اہم تحریک جماعت اسلامی کے نام سے اُٹھی، جس کا روز اول سے ہدف اقامت دین تھا، پاکستان بننے کے بعد وہ بھی انتخابی سیاست کے میدان میں اُتر گئی۔ جماعت اسلامی کے علاوہ جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت علمائے اسلام، جمعیت اہل حدیث اور اہل تشیع کی جمعیتیں بھی نفاذ شریعت کے لیے انتخابی سیاست کے راستے پر گامزن ہیں۔ ان کے نزدیک اس دور میں غلبۂ دین اور نفاذ شریعت کا یہی راستہ ہے۔ تیسری جانب وہ طبقات اور جماعتیں ہیں جو یہ سمجھتی ہیں کہ اسلام انقلاب کے ذریعے غالب آئے گا۔ یہاں بھی دو طبقات ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ انقلاب بلٹ کے ذریعے یعنی براہِ راست مسلح تصادم سے آئے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے انقلابی جدوجہد کی، آپؐ نے جس طریق سے نظام باطل کا خاتمہ کیا، اُس عظیم انقلابی طریق کے آخری مرحلہ میں ہمیں تلوار کا استعمال ملتا ہے۔ لہٰذا انقلاب کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ بلٹ ہے۔ بیلٹ میں ہمیں کامیابی نہیں ہوئی، لہٰذا اب بلٹ کا راستہ اختیار کیا جائے۔ دوسری رائے وہ ہے جس کی حامل ہماری تنظیم ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تبدیلی کا راستہ یقیناً انقلابی جدوجہد ہے اور اس ضمن میں ہمیں ساری رہنمائی سیرت مطہرہ ہی سے لینی ہوگی، البتہ تمدنی حالات میں تبدیلی کی بنا پر انقلابی جدوجہد کے آخری مرحلے میں تصادم کی بجائے منظم عوامی احتجاجی تحریک کا لائحہ عمل اپنانا ہوگا۔ اس قسم کی منظم تحریک تب چلے گی جب معتدبہ تعداد میں افرادی قوت ہاتھ آجائے گی۔ آنحضور ﷺ کی عظیم انقلابی جدوجہد میں تصادم کا مرحلہ تب آیا جب جماعت تیار ہوگئی، معتدبہ تعداد میں افرادی قوت بھی ہاتھ میں آگئی اور آپؐ کو ایک base بھی مل گیا۔ اب آگے بڑھ کر سانپ کو بل سے نکالا گیا، اور سن 2 ہجری میں غزوۂ بدر کی صورت میں مسلح تصادم کا آغاز ہوا۔ اس منہج کے ابتدائی مراحل تو آج بھی جوں کے توں ہوں گے۔ وہی قرآن کے ذریعے سے دعوت ایمان، تطہیر افکار ہوگی، افراد کی تربیت ہوگی، انہیں نظم کا خوگر بنایا جائے گا، تنظیم سازی ہوگی۔ البتہ تکمیلی مرحلے میں مسلح تصادم کے حوالے سے بانی محترم نے یہ اجتہاد کیا ہے کہ آج کے دور میں تمدنی ارتقاء کی بناء پر تصادم یکطرفہ ہوگا۔ امیر محترم نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہماری دینی جماعتوں نے

بھی بحالیٔ جمہوریت یا آمریت کے خاتمے ہی کے لیے تحریکیں چلائیں۔ خالصتاً نفاذ اسلام کے لیے ہم نے آج تک کوئی تحریک نہیں چلائی۔ امیر تنظیم اسلامی نے رفقاء پر زور دیا کہ اگر کوئی اس راستے آئے یا نہ آئے ہمیں تو یہ کام کرنا ہے، اس کام کو لے کر آگے بڑھنا ہے، ان شاء اللہ۔ اس کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ آپ رفقاء دعوت کے کام کو تیز کریں۔ منکرات کے حوالے سے سخت جذبات رکھیں، ان کے خلاف علانیہ مظاہرے اور گفتگوئیں ہوں۔ اسی سے دعوت کا دائرہ بھی وسیع ہوگا اور ایک حزب اللہ بھی وجود میں آئے گی۔

نمازِ عصر کے بعد جناب احمد صادق سومرو نے درس حدیث دیا۔ درس کا موضوع حسنِ اخلاق تھا۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کو اس لیے بھیجا گیا کہ اخلاق کی خوبیوں کو کمال تک پہنچائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے اچھا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کو وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ حسنِ سلوک کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ لوگوں سے خوش روئی سے پیش آنا، اُن پر مال خرچ کرنا اور اُن سے تکلیف دہ شے کو ہٹانا حسن اخلاق ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک داعی دین کو تو حسن سلوک اور حسن اخلاق کا مرقع ہونا چاہیے۔ حسن اخلاق نہ ہو تو لوگ بات سننے ہی پر تیار نہیں ہوتے۔

استقبالیہ کلمات —— محمد جہانگیر، ناظم اجتماع

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد ناظم اجتماع محمد جہانگیر نے رفقاء واحباب کو تنظیم کے سالانہ اجتماع میں آمد پر خوش آمدید کہا۔ انہوں نے شرکاء سے کہا کہ بہاولپور میں تنظیم اسلامی کی مرکزی اجتماع گاہ میں تنظیم کے سالانہ اجتماع کا یہ پہلا تجربہ ہے۔ ہم ایک نئے مقام پر جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ میرے ساتھیوں نے انتظامات کو بہتر بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے، تاکہ آپ کا یہاں قیام خوشگوار رہے، تاہم نئی جگہ ہے۔ انتظامی مسائل پیش آسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم رضائے الٰہی کے لیے اکٹھے ہوئے ہیں۔ کوشش کیجیے کہ ہمارا یہ ملنا باہمی محبت، یگانگت اور ایثار وقربانی کے جذبات کے فروغ کا باعث ہو۔ ہم نے گھروں کو چھوڑ کر مختصر ہجرت کی ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھیے۔ ساتھیوں کے معاملہ میں آپ کا رویہ رحماء بینھم کی عملی تصویر ہو۔ نظم وضبط کا بھرپور مظاہرہ کیجیے، اپنے وقت کو قیمتی بنایئے، یہاں ہونے والے خطابات سے فائدہ اُٹھایئے، اللہ کی یاد میں اپنا وقت گزاریئے۔ انتظامیہ سے تعاون اور اُن کے لیے دعا کیجیے۔

عصر حاضر میں طاغوتی نظام کی ہلاکت خیزی: ڈاکٹر طاہر خاکوانی

امیر حلقہ پنجاب جنوبی ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی نے متذکرہ موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلے ''طاغوت'' کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ طاغوت ''طغیٰ'' سے بنا ہے، جس کے معنی سرکش ہونا اور حدودِ شرعی سے تجاوز کرنا ہے۔ اِن معنی میں سب سے بڑا سرکش اور طاغوت شیطان ہے، جس نے سب سے پہلے اللہ کے حکم سے سرتابی کی۔ پھر سابقہ اقوام کے علاوہ بنی اسرائیل نے سرکشی کی اور وہ طاغوت کہلائے۔ یہود آج بھی شیطان کے ایجنٹ اور سب سے بڑے طاغوت کی صورت میں حق کا راستہ روکنے کی سعی مذموم کر رہے ہیں۔ اور پھر وہ تمام لوگ بھی طاغوت ہیں جو یہود کے آلۂ کار کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ طاغوتی نظام کو واضح کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ہر وہ نظام طاغوتی نظام ہے جو اللہ کے حکم سے نکل کر خود حاکم بن جائے اور لوگوں کو اللہ کی بندگی سے نکال کر اپنا غلام بنائے۔ حاکمیت فقط اللہ کا حق ہے۔ اس کی حاکمیت میں غیر اللہ کو شریک کرنا شرک فی الحقوق کے زمرے میں آتا ہے۔ طاغوتی نظام ہر دور میں چلا آتا رہا ہے۔ آج کے دور کا بدترین طاغوتی نظام سیکولرازم ہے، جو حق حاکمیت (یعنی قوت وطاقت واختیار) کو اللہ کی بجائے عوام کے منتخب نمائندوں کو سونپنا چاہتا ہے کہ وہ مطلقاً آزاد ہیں جیسے چاہیں قانون سازی کریں، اُن کو کسی آسمانی ہدایت کا پابند نہیں کیا جاسکتا۔ دوسرے وسائل اور دولت پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ ان دونوں چیزوں پر اجارہ داری کے لیے سیکولرازم کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔ قوت واختیار اور دولت ووسائل دولت پر اجارہ داری کے لیے سیکولرازم روپے پیسے کا لالچ، دھونس، دھمکی حتیٰ کہ کارپٹ بمبنگ بھی کرنی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرتا۔ دوسرے ملکوں میں سیاسی خلفشار، بھاری سود پر قرضوں کی فراہمی، جاسوسی، حیاتیاتی حملے (جیسے ایڈز، ڈینگی کے وائرس چھوڑنا) اور جھوٹے ڈراموں (جیسے نائن الیون) کے ہتھکنڈے اختیار کیے جاتے ہیں۔ سیکولر طاغوتی نظام سیاسی ومعاشی او رمعاشرتی میدان میں لوگوں کی ذہن سازی کرتا ہے تاکہ وہ اُسے قبول کرلیں۔ سیاسی میدان میں لوگوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ مذہب افراد کا ذاتی معاملہ ہے، ریاست سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ریاستی نظام میں کسی آسمانی ہدایت کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ غیر اللہ کی حاکمیت کے تصور پر مبنی جمہوریت اِسی گمراہ کن اصول پر استوار ہے۔ معاشی نظام کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ اصل فلاح وکامیابی دنیا کی کامیابی ہے۔ دنیا کے بعد کے تصورات سے جان چھڑاؤ۔ اور دنیاوی کامیابی کے حصول کے لیے کسی معروف ومنکر کو رکاوٹ نہ بننے دو۔ سود، جاگیرداری اور سٹاک ایکسچینج کی قباحتوں پر مشتمل سرمایہ دارانہ نظام اِسی تصور پر استوار ہے۔ اِس نظام میں دنیا کی ایک فی صد آبادی دنیا کی 99 فیصد آبادی کے وسائل پر قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو تحریک'' اس نظام جبر واستحصال کے خلاف محروم طبقات کا ردعمل ہے۔ طاغوتی سیکولرازم معاشرتی نظام کے حوالے سے ذہنوں میں یہ بات بٹھاتا ہے کہ یہ زندگی دوبارہ نہیں ملے گی۔ لہٰذا خوب موجیں اُڑاؤ۔ رقص وسرود، شراب وکباب، جنسی لذات سے جی بھاؤ۔ اسی مقصد کے لیے فحاشی وعریانی، زنا، ہم جنس پرستی بچوں اور میں جنسی تعلیم کو عام کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ طاغوت کا ہر سطح پر انکار کیا جائے۔ سیکولر سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کا آلہ کار بننا تو درکنار اس سے کسی بھی قسم کا تعاون نہ کیا جائے۔ لوگوں میں اس نظام کی خرابی اور فساد کا شعور بیدار کیا جائے۔ بتایا جائے کہ یہ نظام فتنہ وفساد ہے، اور اس کا ہمیں خاتمہ کرنا ہے۔ تاکہ اللہ کی حاکمیت پر مبنی عادلانہ نظام قائم اور حقیقی اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آئے۔ ہم نے تو یہ ملک حاصل ہی اسلام کے لیے کیا تھا۔

نمازِ مغرب کے بعد جناب شفاء اللہ نے درس حدیث دیا۔ انہوں نے اُس حدیث رسول پر بیان کیا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں تین باتوں پر قسم کھاتا ہوں اور انہیں تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں، انہیں یاد کرلو۔ ایک کہ کسی شخص کا مال صدقہ دینے سے کم نہیں ہوتا۔ دوسرے، کسی شخص پر ظلم ہو اور وہ اُس پر صبر کرے تو اللہ اُس کی عزت میں اضافہ ہی کرتا ہے۔ تیسرے، کوئی شخص کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا مگر اللہ اُس کے لیے تنگدستی کے دروازے کھول دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسان کوتاہ نظر ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ راہ خدا میں مال خرچ کروں گا تو مال کم ہو جائے گا، فقر آجائے گا۔ شیطان بھی انسان کو یہی سکھاتا ہے، لیکن آپ ﷺ نے اس کی نفی فرمادی۔ انہوں نے کہا کہ انفاق کا سب سے اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ انسان اپنا سب کچھ راہ خدا میں لگا دے اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ صدقات واجبہ کو ادا کرے۔ انہوں نے کہا کہ ظلم پر صبر کرنے سے اللہ عزت میں اضافہ کرتا ہے اور جو شخص اپنی خودی کو مار کر دست سوال دراز کرتا ہے، اُس پر تنگ دستی مسلط کردی جاتی ہے۔ اجتماعی سطح پر اس کا مشاہدہ کرنا ہو تو اس کی مثال ہم اہل پاکستان ہیں، جنہوں نے امریکہ کے آگے ہاتھ پھیلائے تو معاشی بدحالی نے ہمیں گھیر لیا۔

دین کا ہمہ گیر تصور اور توحید اجتماعی: انجینئر حافظ نوید احمد

امیر حلقہ کراچی جنوبی انجینئر حافظ نوید احمد نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دین کا ہمہ گیر تصور ہماری تحریک کی بنیاد ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ ''دین'' کا لفظ قرآن حکیم میں چار معانی میں استعمال ہوتا ہے: بدلہ، قانون، نظام اور اطاعت۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دین سے مراد وہ جامع نظام زندگی ہے جو انفرادی واجتماعی شعبہ ہائے زندگی کے لیے قواعد وضوابط دے اور اُن کی روشنی میں جزا وسزا کا تعین کرے۔ انہوں نے کہا کہ دین ومذہب بنیادی طور پر مترادف الفاظ ہیں۔ ابتدا میں مذہب کا لفظ ''دین'' ہی کے وسیع معانی میں استعمال ہوتا تھا مگر جب مغرب نے عالم اسلام پر عسکری اور سیاسی بالادستی حاصل کی، تو اُس کے زیر اثر ہمارے ہاں بھی ''مذہب'' کا لفظ مغرب کے "Religion" کے محدود مفہوم میں استعمال

ہونے لگا، تا آنکہ آج یہ لفظ ''دین'' کے مقابل آ گیا ہے۔ لہٰذا مفہوم کی محدودیت کی بنا پر ہمیں اسلام کے لیے ''مذہب'' کی بجائے ''دین'' ہی کا لفظ استعمال کرنا چاہیے۔ یہ بات اس لیے اور بھی اہم ہے کہ خود قرآن حکیم نے اسلام کے لیے ''دین'' ہی کا لفظ استعمال کیا، کہیں ''مذہب'' کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام مکمل نظام زندگی ہے اور یہی حق ہے۔ رواداری کے نام پر اسلام کو دوسرے مذاہب کی طرح ایک مذہب قرار دینا درست نہیں، جیسا کہ بین المذاہب کانفرنسوں میں ہوتا ہے۔ انجینئر نوید احمد نے کہا کہ اسلام کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ یہ دین توحید ہے اور توحید محض نظری ہی نہیں عملی پہلو بھی رکھتا ہے۔ توحید عملی کا اجتماعی پہلو ہم سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسلام کی دعوت کے ذریعے حزب اللہ تیار کریں اور پھر اُسے باطل سے ٹکرا دیں، تاکہ اللہ کی حاکمیت پر مبنی نظام اطاعت قائم ہو جائے۔ توحید کا یہ اجتماعی تقاضا مسلمانوں کا مشترکہ ہدف ہونا چاہیے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ آج مغربی افکار کے زیر اثر ہماری اکثریت اسلام کو مروجہ مفہوم میں مذہب سمجھ بیٹھی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کے مغلوب ہونے پر کسی کو فکر نہیں۔ علماء وصوفیاء کی ذمہ داری تھی کہ لوگوں میں غلبۂ دین کی تحریک پیدا کرتے، مگر اُن کا اسلام کے اجتماعی نظام کے قیام کی طرف کوئی دھیان نہیں۔ حالانکہ نوع انسانی ایک عادلانہ نظام کے لیے تڑپ رہی ہے۔ جس کا تازہ ترین مظہر مغرب میں 'وال سٹریٹ پر قبضہ کرو' کے عنوان سے ظالمانہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف اُٹھنے والی تحریک ہے۔ انجینئر نوید احمد نے کہا کہ علامہ اقبال نے مسلمانوں کو توحید اجتماعی کی طرف متوجہ کیا ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم کر کے دنیا کے سامنے اس کا نقشہ پیش نہ کیا، تاکہ وہ اس سے مستفید ہوتی۔ آج ہر جگہ سیکولرازم کی حکمرانی ہے۔ انہوں نے کہا کہ سیکولرازم ہمہ مذہبیت ہے۔ اِسے انفرادی زندگی میں مذہب پر عمل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس کی اصل خرابی یہ ہے کہ یہ اجتماعی زندگی میں آسمانی ہدایت کو برداشت نہیں کرتا۔ یہ اس وقت اسلام کا حریف ہے۔ انہوں نے کہا کہ دین کا ہمہ گیر تصور ہی مسلمانوں میں وحدت پیدا کر سکتا ہے۔ تحریک پاکستان میں مسلمانوں کا اتحاد، اور قیام پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کے مسئلہ پر تمام مکاتب فکر کے لوگوں کا بائیس نکات پر متفق ہو جانا اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے دین کا اجتماعی گوشوں کو فراموش کیے رکھا تو یہ روش ہمیں مشرک بنا دے گی اور شرک کی کوئی معافی نہیں، انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ دین کا ہمہ گیر تصور کو دلائل کی بنیاد پر عام کریں، اس کے لیے صحیح علم حاصل کریں، اپنی فکری بنیادوں کو مضبوط کریں، قرآن حکیم سے تعلق کو مضبوط بنائیں، اس کے لیے رجوع الی القرآن کورسز میں شرکت کریں۔

خلق عظیم: جام عابد

اِس کے بعد جام عابد کو دعوت خطاب دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ حیات انسانی میں اخلاقیات نہایت اہم موضوع ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد گرامی کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ انسان معدنیات کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ حسن اخلاق سے آراستہ ہوں۔ اسلام میں اخلاق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ حدیث میں اُس شخص کو سب سے بہترین قرار دیا گیا ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔ انسان اللہ کی تخلیق کا شاہکار ہے۔ انسانوں میں سب سے اعلیٰ انبیاء ورسل ہیں۔ اور جماعت انبیاء میں سب سے بڑھ کر مقام محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ آپ ﷺ کا وصف ہی یہ بتایا گیا کہ آپؐ اخلاق عظیمہ کے مرتبہ پر فائز ہیں۔ آپؐ کی حیات طیبہ ہمارے لیے اسوہ حسنہ ہے۔ لہٰذا ہمیں اخلاقیات کے میدان میں بھی انہی اوصاف حمیدہ کو اپنانا ہوگا جن سے آپؐ کی ذات متصف تھی۔ انہوں نے کہا کہ سچا مسلمان حقوق اللہ کو ادا کرتا ہے، اللہ کی بندگی بجالاتا ہے، اور لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک، اپنے اقارب کے ساتھ صلہ رحمی اور پڑوسیوں کی خبر گیری کا اہتمام کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اچھے اخلاق کا تقاضا ہے کہ آدمی ظلم، حسد، تکبر، بغض، کینہ، بددیانتی، بدعہدی جیسی برائیوں سے اپنے آپ کو بچائے۔ جو شخص اعلیٰ اخلاق وکردار نہیں اپناتا، دنیا وآخرت کی ناکامی اور ذلت اس کا مقدر ہوتی ہے۔

انقلابی کارکن اور تزکیہ نفس: مومن محمود

مومن محمود نے انقلابی کارکن اور تزکیہ نفس کے موضوع پر گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ دین میں تزکیہ نفس بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا کہ ''وہ شخص فلاح ونجات حاصل کر گیا جس نے (نفس کا) تزکیہ کیا۔'' پس تزکیہ کے بغیر نہ تو ہم دنیا میں راہ حق پر آگے بڑھ سکتے ہیں اور نہ آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ دنیا میں اس قدر کھو جاتے ہیں کہ اصلاح نفس کی جانب توجہ نہیں رہتی۔ جس کی بنا پر نفس کا گھوڑا بے لگام ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی داعی ہے کہ ہم نفس کی طرف توجہ دیں۔ انہوں نے کہا کہ عمل کی دو قسمیں ہیں: اعمال القلوب اور اعمال الجوارح۔ اعمال القلوب کی اہمیت بڑھ کر ہے۔ اس لیے کہ اعمال بالجوارح کی صحت ودرستی کا مدار بھی اِسی پر ہے۔ حدیث رسولؐ کے مطابق اگر دل صحیح ہو تو سارا جسم صحیح رہتا ہے، اور اگر دل خراب ہو جائے، اُس کے اعمال جوارح میں نہ آئیں تو اعمال بالجوارح بھی باطل ٹھہرتے ہیں۔ دل کے اعمال میں پہلا عمل ایمان ہے۔ ہمیں ایمان میں اضافے پر خصوصی توجہ دینی ہے۔ تزکیہ نفس بنیادی ضرورت ہے، جس سے پہلوتہی کسی طور درست نہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ تصور درست نہیں کہ تزکیہ کرنے والا شخص باطل کے خلاف جدوجہد نہیں کرتا۔ تزکیہ نفس حقیقی ہو تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آدمی باطل نظام کے خلاف جدوجہد نہ کرے۔ انہوں نے مزید کہا کہ انسان دو قوتوں کا مجموعہ ہے: قوت علم اور قوت عمل۔ تزکیہ یہ ہے کہ انسان میں یہ دونوں قوتیں کامل ہوں۔ مومن محمود نے کہا کہ تزکیہ کا تصور توحید کے بغیر ممکن نہیں۔ نفس کی صفات انسان کے مقصد حیات بندگی میں آڑے آتی ہیں۔ تزکیہ کا تقاضا ہے کہ اِن صفات پر قابو پایا جائے۔ نفس انسانی میں تکبر، ریا، عجب، حسد کے علاوہ خطرناک بیماریاں ہیں، ان کا علاج ضروری ہے۔ بیشتر اہل علم کے نزدیک انسان کا بنیادی مرض حب الدنیا ہے۔ حب الدنیا سے ہی تمام برائیاں پھوٹتی ہیں۔ اس لیے قرآن حکیم نے بار بار دنیا کی بے ثباتی کا ذکر کیا ہے اور دنیا کو متاع الغرور اسی لیے قرار دیا ہے کہ لوگ اِس کے دھوکے میں پڑ کر اپنی عاقبت خراب نہ کر بیٹھیں۔

بعد نماز عشاء جناب عبدالرزاق کوڈاوی نے ''الحب فی اللہ'' کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ زیر درس حدیث حضرت ابوہریرہؓ سے مروی وہ روایت تھی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت اللہ فرمائے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو میری عزت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے تھے، آج کے دن میں انہیں اپنے سایے میں رکھوں جس دن میرے سایے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا اللہ کے لیے محبت تکمیل ایمان کی لازمی شرط ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق آخرت میں ایسے لوگوں کے چہرے نور سے چمک رہے ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ محبت طبیعت کا ایسی چیز کی طرف مائل ہونا ہے جس سے لذت حاصل ہو۔ یہی میلان قوی ہو تو یہ عشق ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسان میں ہر چیز کی محبت رکھ دی گئی ہے، مگر صاحب ایمان شخص کی سب سے بڑھ کر محبت اللہ اور اُس کے رسولؐ سے ہوتی ہے۔ اگر یہ محبت حقیقی ہو تو محبوب کی خاطر تمام مسائل سہل ہو جاتے ہیں۔ محبت حصول معرفت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ کی خاطر محبت کرنے والوں کو دنیا میں اطمینان قلب، مومنانہ فراست، رضا الٰہی میں گم ہو جانے کی دولت حاصل ہوتی ہے، اور آخرت میں عرش کے سایے تلے جگہ ملے گی۔ انہوں نے کہا کہ محبت کی یہ کیفیت داعیانہ اوصاف میں بنیادی صفت ہے۔ اِس کی بنا پر انسان راہ حق میں ہر طرح کی قربانیاں دینے پر آمادہ ہوتا ہے۔

ہفتہ 19 نومبر 2011ء

درس قرآن: ڈاکٹر عارف رشید

نماز فجر کے بعد درس قرآن ہوا۔ ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر عارف رشید نے سورۃ الفتح کی آخری دو آیات کی روشنی میں ''حزب اللہ کے اوصاف'' بیان کیے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ قرآن مجید میں حزب اللہ کی یہ اصطلاح ترکیب اضافی سے آئی ہے، جیسے انصار اللہ، عباد اللہ، اولیاء اللہ اور عباد الرحمٰن کی اصطلاحات آئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھے اوصاف میں سے کچھ تو وہ ہیں جن کا تعلق شرف انسانی سے ہے، جیسے سچائی، راست بازی،

امانت داری اور دھوکہ دہی، بدعہدی اور ملاوٹ سے اجتناب وغیرہ۔ ایک ڈگری آگے بڑھیں تو اسلام ہم پر کچھ اور چیزیں عائد کرتا ہے، جیسے شعائر اللہ کا احترام، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی۔ اس سے بھی ایک ڈگری آگے وہ اوصاف ہیں، جو متذکرہ اوصاف کے علاوہ حزب اللہ کے کارکنوں میں ہونے چاہئیں۔ یہ اوصاف قرآن حکیم میں کئی مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ انہی میں سے ایک مقام سورۃ الفتح کی زیر درس دو آیات ہیں۔ اِن میں پہلی آیت نبی اکرم ﷺ کے مقصد بعثت اظہار دین حق کے حوالے سے ہے۔ اور دوسری آیت میں محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ کی صفات کا تذکرہ ہے۔ اِن صفات میں پہلی چیز اشداء علی الکفار ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ مسلمان دعوت کے مرحلے میں صبر و برداشت اور مشکلات کو جھیلتے ہیں۔ لیکن اقامت دین کے لیے معرکہ حق و باطل برپا ہو تو پھر وہ کفار کے لیے فولاد کی مانند سخت ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے قریبی رشتوں کی بھی انہیں کوئی پروا نہیں ہوتی۔ انہیں فکر صرف اللہ کے دین کے غلبے کی ہوتی ہے۔ اسیران بدر کے حوالے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ حزب اللہ کے کارکنوں کا دوسرا اہم وصف رحماء بینھم بیان ہوا ہے۔ یعنی وہ آپس میں بڑے شفیق و رحیم ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کا خیال رکھتے اور ایک دوسرے کے درد کو محسوس کرتے ہیں۔ اُن کے باہمی تعلقات، باہمی محبت، رحمت رافت کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ حدیث رسول کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ محض اللہ کی رضا کی خاطر دوسروں سے محبت کرنا، محض اُسی کے لیے اُس کے دشمنوں سے بغض رکھنا اور اُسی کی رضا کے لیے کسی کو کچھ دینا اور دینے سے رکنا جیسے اوصاف تکمیل ایمان کے مظہر ہیں۔ حزب اللہ کے کارکنوں کا ایک اور اہم وصف یہ ہے وہ اللہ کے آگے رکوع و سجود کرنے والے ہیں۔ وہ اپنے تعلق مع اللہ کو مضبوط بناتے ہیں۔ پھر یہ کہ وہ رضائے الٰہی کے متلاشی ہوتے ہیں۔

سیرت النبی ﷺ میں دعوت کا مرحلہ اور دعوت دین کی اہمیت: شجاع الدین شیخ

ناشتے کے وقفے کے بعد سٹیج سیکرٹری نے جناب شجاع الدین شیخ کو سیرت مطہرہ میں دعوت کا مرحلہ اور دعوت دین کی اہمیت و مقام پر گفتگو کی دعوت دی۔ فاضل مقرر نے دعوت دین پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ سیرت مطہرہ میں اسلامی انقلابی جدوجہد کا پہلا مرحلہ دعوت ہے، لیکن دعوت عبوری دور کے لیے نہیں تھی، بلکہ آپؐ کی پوری نبوی زندگی پر محیط تھی۔ آپؐ کی یہ دعوت توحید تھی جو ایک انقلابی دعوت تھی۔ یہ ایک فرد سے لے کر معاشرے اور انفرادی سے لے کر اجتماعی حیات کو بدلنے کی دعوت تھی۔ آپؐ کی دعوت کا مرکز و محور کتاب اللہ تھی۔ آپؐ کو حکم دیا گیا تھا کہ اس قرآن کے ذریعے لوگوں کو یاد دہانی کروائیں۔ انہوں نے کہا کہ دعوت دین کے معاملے میں بنیادی اصول الاقرب فالاقرب ہے۔ آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے ہمیں اس اصول کی پابندی کرنی ہوگی۔ دعوت حق کی راہ میں مصائب و مشکلات کا آنا یقینی امر ہے۔ آپ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس راہ میں بے پناہ مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر آج ہم بھی کلمہ اسلام لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے تقاضوں پر عمل کریں تو آزمائشیں ضرور آئیں گی۔ اہل باطل دعوت حق کو کبھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کر سکتے۔ شجاع الدین شیخ نے کہا کہ ہمیں قرآن میں بہترین امت کا لقب دیا گیا ہے۔ اُس کی وجہ بھی بتا دی کہ ہم ایک مشن کے علمبردار ہیں۔ ہماری ذمہ داری لگائی گئی ہے کہ اپنی بھلائی چاہنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کی فلاح و نجات کے لیے کوشش کریں۔ اس مقصد کے لیے لوگوں کو نیکی کی ترغیب دیں اور برائی سے منع کریں۔ اگر ہماری دعوت سے کوئی شخص راہ ہدایت پر آ جاتا ہے تو اس کی عبادت کا ثواب ہمیں بھی ملتا رہے گا، اور حدیث کے مطابق یہ سو اونٹوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ شجاع الدین صاحب نے اپنے خطاب کے آخر میں رفقاء کو دعوت فکر دی کہ وہ اپنا جائزہ لیں کہ دعوت دین کے حوالے سے ہم کتنے فکر مند ہیں، انفرادی دعوت کے حوالے سے ہمارا کیا طرز عمل ہے۔ دعوت میں الاقرب فالاقرب کے اصول کو کس حد تک ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اس راہ کی مشکلات میں ہمارا ردعمل کیا ہوتا ہے۔ نظم کی طرف سے دی گئی ہدایات پر ہم کتنا عمل کرتے ہیں۔

سیرت النبیؐ میں نظام سمع وطاعت و مشاورت: شوکت اللہ شاکر

شوکت اللہ شاکر نے کہا کہ رفقاء تنظیم نے اپنے دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے امیر تنظیم اسلامی کے ہاتھ پر بیعت سمع وطاعت کر کے اسلام کے اِس دورِ غربت میں آپؐ کی سنتِ بیعت کو زندہ کیا۔ یہ ہمارے لیے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے اسوہ ہے۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی اسلام کی نشوونما کی زندگی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت ہو رہی تھی۔ اس دور میں مسلمانوں کی جماعت میں شمولیت کلمہ پڑھ کر ہوتی رہی۔ جبکہ مدنی زندگی جو اظہار دین حق کا عملی میدان تھا، کی تمہید ہی بیعت عقبہ اولیٰ و بیعت عقبہ ثانیہ بنیں۔ گویا مدنی دور کا آغاز ہی بیعت سے ہوا۔ شوکت اللہ شاکر نے کہا کہ اسلام نے مشورہ کو بے حد اہمیت دی ہے۔ اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اللہ کے پیغمبر تھے، آپؐ کو کسی سے مشورہ کی ضرورت نہ تھی، بایں ہمہ اللہ نے آپؐ کو اپنے صحابہ سے مشورہ کا حکم دیا۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت 38 کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ یہاں مسلمانوں کی ایک صفت ”اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ“ بیان کی گئی ہے۔ اور اس صفت کو زکوٰۃ اور الصلوٰۃ کے درمیان لایا گیا ہے، حالانکہ بالعموم یہ دونوں اکٹھی آتی ہیں۔ عہد رسالت اور دور خلفائے راشدین میں مشورہ کا انعقاد مسجد میں ہوتا تھا۔ یہ سوال کہ مشورہ کن امور میں لیا جائے، کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ وہ امور جو منصوص ہوں، اُن میں مشورہ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ مشورہ کی ضرورت عموماً اُس وقت ہوتی ہے جب کسی معاملے کے دو یا دو سے زیادہ پہلو سامنے ہوں اور اُن میں فائدے اور نقصان دونوں کا احتمال ہو۔ ایسے معاملات انفرادی بھی ہو سکتے ہیں اور اجتماعی بھی، تشریعی بھی ہو سکتے ہیں اور انتظامی بھی۔ انتظامی معاملات میں حضور ﷺ بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ مشورہ کے بعد فیصلے کیسے ہو، یہ بات نہایت غور طلب ہے۔ شوکت اللہ شاکر نے کہا کہ اسلام نے فیصلہ کا اختیار میر مجلس کو دیا ہے۔ اسلام میں فیصلے کے لیے کثرت رائے کا لحاظ نہیں ہوگا۔ بلکہ امیر جس بات کو بہتر خیال کرے گا، اُس کے مطابق فیصلہ کرنے میں آزاد ہوگا۔ قرآن کہتا ہے کہ ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ (آل عمران: 59) اگر بات موجودہ جمہوری دور کی طرح کثرت رائے کی پابندی کی ہوتی تو قرآن ”عَزَمْتَ“ کی بجائے ”عَزَمُوْا“ کا صیغہ لاتا۔ انہوں نے کہا کہ مشیر کو پوری دیانتداری سے مشورہ دینا چاہیے لیکن یہ اصرار نہ ہو کہ لازماً اُس کے مشورہ کے مطابق فیصلہ ہو۔ اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ تنازع فی الامر کا مرتکب ہوتا ہے، جس سے ہمیں سختی سے منع کیا گیا ہے۔

سیرت النبیؐ میں تربیت اور صبر محض کے مراحل: عامر خان

عامر خان نے اپنے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ یہ نمونہ جس طرح زندگی کے دیگر معاملات میں ہے، اسی طرح غلبۂ دین حق کی جدوجہد کے طریق کار میں بھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت دین حق کا غلبہ تھا۔ یہ مقصد آپؐ نے چند مراحل طے کر کے حاصل کیا۔ ان مراحل میں سے دو نہایت اہم مرحلے تربیت اور صبر محض ہیں۔ اِن مراحل کی بے حد اہمیت ہے۔ کسی بھی کام کے لیے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مثلاً کرکٹ ایک کھیل ہے۔ ایک ٹیم مقابلہ تب ہی کر سکتی ہے جب کھلاڑیوں کو تربیت سے گزارا گیا ہو۔ پھر غلبۂ دین کا عظیم الشان کام بغیر تربیت کے کیونکر ہو سکتا ہے۔ اگر اللہ کی کبریائی کا نظام قائم کرنا ہے تو اس کے لیے باطل قوتوں سے تصادم ناگزیر ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ کارکنوں کی دینی خطوط پر تربیت ہو، وہ دنیا کے بجائے دین کے طالب ہوں۔ دنیا کی ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو مقدم سمجھیں۔ پھر انہیں صبر محض سے گزارا جائے۔ انہیں راہ حق میں پیش آمدہ مصائب و شدائد کو جھیلنے کا خوگر بنایا جائے۔ آپؐ کی حیات طیبہ کے مکی دور میں آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر طرح کی اذیتیں دی گئیں۔ مگر انہوں نے کوئی جوابی کارروائی نہیں کی بلکہ ہر تکلیف اور ہر قسم کے جبر و تشدد پر صبر کیا۔ اس لیے کہ حکم تھا کہ ”اپنے ہاتھ روکے رکھو۔“ خود رسول خداؐ کو کفار ذہنی اذیت دینے کے لیے معاذ اللہ کذاب

اور مجنون کہتے تھے، مگر اللہ نے فرمایا کہ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اس پر آپ صبر کیجیے۔ نفاذِ اسلام کی جدوجہد میں صبر محض کی خصوصی اہمیت ہے۔ اگر دینی انقلابی جماعت کے کارکن شدائد پر صبر کریں گے تو عام لوگ اُن کی دعوت کی جانب متوجہ ہوں گے۔ اُن کی ہمدردیاں انہیں حاصل ہو جائیں گی۔ عامر خان نے کہا کہ اگر تربیت اور صبر محض سے گزارے بغیر کچے پکے لوگوں کو تصادم کے مرحلے میں اتار دیا گیا، تو انقلابی تحریک آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ صبر محض کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے انقلابی تحریک مہلت حاصل کرتی ہے۔ چنانچہ جس کے دل میں کچھ بھی خیر ہو وہ دعوت حق کو قبول کر لیتا ہے۔ عامر خان نے کہا کہ ہمارا معاشرہ بالکل مردہ نہیں ہوا، اس میں جان موجود ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ روایتی اور جدید ذرائع ابلاغ سے لوگوں تک اسلام کی انقلابی دعوت پہنچائی جائے۔

اسلام کا انقلابی فکر، تجدید و تعمیل اور انحراف کی راہیں: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ناظم بیرون پاکستان ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کہا کہ مسلمان اپنے افکار و خیالات اور کیرکٹر کے اعتبار سے کئی گروہوں میں منقسم ہیں۔ امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے ان لوگوں کی درجہ بندی چار بڑے گروہوں میں کی ہے۔ یعنی روایت پسند، روشن خیال، سیکولر اور بنیاد پرست۔ موخر الذکر گروہ جو اسلام کو نظام حیات کے طور پر غالب کرنا چاہتا ہے، دشمنوں کا خصوصی ہدف ہے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے بھی دوسرے تین گروہ اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی یہ تقسیم بظاہر اس دور کی پیداوار معلوم ہوتی ہے، مگر حقیقت میں برصغیر میں یہ تقسیم مجدد الف ثانی کے دور سے نظر آتی ہے۔ مغل اعظم نے دین الٰہی ایجاد کیا۔ یہ اُس دور کی روشن خیالی تھا۔ اُس کے خلاف شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے آواز اُٹھا کر اسلام کے حقیقی فکر کی تجدید کی۔ اُن کے بعد یہ انقلابی فکر شاہ ولی اللہ، سید احمد بریلوی، شاہ اسمٰعیل شہید، شیخ الہند، ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال، مولانا مودودی اور ڈاکٹر اسرار احمد ؒ سے ہوتی ہوئی آج ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ متذکرہ شخصیات نے اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تحفظ کے کام میں اپنا حصہ ڈالا اور نئے نئے اُٹھنے والے سوالات کے مسکت جوابات بھی دے دیئے۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے کہا کہ اسلام کے انقلابی فکر کو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ دین و دنیا، مذہب و سیاست کو یکجا کر کے اُن کے مجموعے پر کتاب و سنت کی غیر مشروط بالادستی کے قیام کے لیے دینی جدوجہد میں حصہ لیا جائے، تاکہ اسلام کا عادلانہ نظام قائم ہو۔ اللہ کی دھرتی اسلامی انقلاب کی برکات سے مستفید ہو۔ یہ انقلاب پہلی بار رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک سے آیا۔ اور آپ ؐ کے وصال کے بعد دور خلافت راشدہ میں بھی یہ نظام تیس سال تک اپنی آئیڈیل صورت میں غالب رہا۔ بعد میں یہ کلیتہً منہدم نہیں ہو گیا، بلکہ صرف یہ خرابی پیدا ہوئی کہ ارباب اقتدار کے انتخاب میں شورائیت کا اصول ملحوظ نہ رہا۔ اور اس کے خلاف بھی ہمارے اسلاف نے بھرپور جدوجہد کی۔ حضرت حسینؓ، نفس زکیہ اور ابراہیم بن عبداللہ کی جدوجہد اس کی مثالیں ہیں۔ البتہ جب ملوکیت مستحکم ہو گئی، تو وقت کے ساتھ ساتھ اسلام دین کامل سے مروجہ مفہوم میں مذہب بنتا چلا گیا۔ انہوں نے کہا کہ اسلام کا انقلابی فکر قرآنی ہے، اس لیے کہ قرآن کہتا ہے کہ حاکمیت اعلیٰ فقط اللہ کا حق ہے، اور انسان زمین پر اللہ کا خلیفہ ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ؒ نے انقلابی راستے کو اختیار کیا، اور سیرت مطہرہ سے ماخوذ مسنون منہج انقلاب پر تنظیم اسلامی کو استوار کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات خوش آئند ہے کہ ہمارے بزرگوں نے جو کاوشیں کیں اُن کے نتیجے میں اسلام کا انقلابی فکر اس حد تک عام ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کی ایک قابل ذکر تعداد اسلام کو غالب کرنا چاہتی ہے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اس فکر کی تجدید و تعمیل کے لیے لوگوں کو اکٹھا کیا جائے، اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ یہ کام ایک نسل میں ہونے والا نہیں۔ ہمیں اپنے حصے کا کام کر کے اس فکر کی مشعل اگلی نسل کے حوالے کرنی ہے۔ رفقاء تنظیم کو چاہیے کہ اسلام کے انقلابی فکر کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ پوری قوت سے دین کے حرکی تصور کا دفاع کیا جائے اور دین کے جدید دانشوروں کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا توڑ کیا جائے اور اپنی جدوجہد کو منہج نبوی کے موافق بنایا جائے۔ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ کسی کم ہمتی کی بنا تنظیم سے علیحدگی سے اجتناب کیا جائے۔

انفاق فی سبیل اللہ: حافظ خالد شفیع

حافظ خالد شفیع نے کہا کہ اسلام راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اصل نیکی یہ ہے کہ آدمی راہ خدا میں اُس کے دین کے غلبہ کے لیے وہ چیز خرچ کرے جو اِسے نہایت محبوب ہو۔ اللہ ایک نیکی کا اجر سات سو گنا تک دے گا۔ صحابہ کرام ؓ کا حال یہ تھا کہ غلبہ اسلام کی جدوجہد میں ایک دوسرے سے بڑھ کر مال خرچ کرتے تھے۔ غزوۂ تبوک میں حضرت عمر فاروق ؓ اپنے گھر کا آدھا مال اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ پورا سامان لے آئے۔ ہم لوگوں میں مسابقت دنیاداری میں ہوتی ہے جبکہ وہ لوگ اسلام کے لیے جدوجہد اور راہ خدا میں مال خرچ کرنے کے معاملے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔ حافظ خالد شفیع نے کہا کہ شیطان انسان کا دشمن ہے۔ وہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے سے روکتا ہے کہ تنگ دستی آ جائے گی اور مال کم ہو جائے گا، حالانکہ اصل بچت تو وہی ہے جو مال اللہ کی راہ میں خرچ ہو گیا، باقی جو اپنی آسائشوں پر خرچ کر دیا، وہ آخرت میں کسی کام نہ آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی نے انفاق کے لیے پانچ فی صد کے انفاق کا لزوم ختم کر دیا ہے، تاہم ہمیں چاہیے کہ اس سے بھی زیادہ انفاق کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ بات افسوس کی ہے کہ ہم فضول رسومات کی ادائیگی پر تو بے دھڑک خرچ کر دیتے ہیں، مگر جب اللہ کے دین کے لیے مال خرچ کرنے کا موقع ہوتا ہے تو گن گن کر خرچ کرتے ہیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔

نماز ظہر کے بعد ''حیا'' کے موضوع پر درس حدیث ہوا۔ یہ درس عبدالقیوم قریشی نے دیا۔ انہوں نے کہا کہ حیا اسلام کی ایک نہایت اہم قدر ہے۔ یہ ایک محدود مفہوم کا حامل تصور نہیں، بلکہ تمام اعمال و افعال میں پایا جانے والا تصور ہے۔ حدیث رسول کے مطابق حیا قبیح باتوں پر تنگی محسوس کرنا اور انہیں ترک کرنا ہے۔ اور اگر کیفیت اس کے برعکس ہو تو یہ بے حیائی ہے۔ حیا کو کل خیر اور شعبۂ ایمان قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حیا کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تنہائی میں بھی حیا کے منافی بات نہ کریں۔ اپنے خیالات کی بھی نگہداشت کریں، پیٹ کی بھی نگرانی کریں، یعنی اُس میں لقمہ حرام نہ ڈالیں، اور موت کے بعد کے حالات کو یاد کریں۔

نماز عصر کے بعد جناب ذوالقرنین نے درس حدیث دیا۔ اُن کے درس کا موضوع نرم دلی تھا۔ انہوں نے حدیث رسول ﷺ کے حوالے سے بتایا کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ سخت مزاجی سے احتراز کیا جانا چاہیے۔ داعیان دین کے لیے تو اس صفت کی خصوصی اہمیت ہے۔ نرم خوئی پر دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، اور سخت مزاجی لوگوں کو آدمی سے دور کر دیتی ہے۔ نرم خوئی اعلیٰ اخلاقی صفت ہے، حدیث رسول کے مطابق اس سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔ خانگی زندگی میں اگر نرم روی کا مظاہرہ نہ ہو تو زندگی مشکلات و مسائل اور تلخیوں میں گھر جاتی ہے اور اگر نرم خوئی، نرمی اور لطف و کرم کا معاملہ ہو تو گھریلو زندگی میں راحت کے پھول کھلتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارا معاشرہ جس اخلاقی انحطاط کا شکار ہے اُس کی ایک بڑی وجہ نرم خوئی سے محرومی ہے۔

تقرب الی اللہ: مراتب و ذرائع: انجینئر مختار حسین فاروقی

نماز مغرب کے بعد سٹیج سیکرٹری نے ناظم اعلیٰ تحریک خلافت جناب مختار حسین فاروقی کو دعوت خطاب دی۔ اُن کا موضوع گفتگو ''تقرب الی اللہ: مراتب و ذرائع'' تھا۔ انہوں نے کہا کہ تقرب قرب سے بنا ہے، جس سے مراد ایسی روش اپنانا جو اللہ کے قریب کر سکے۔ قرب الٰہی کا جذبہ فطری طور پر انسان میں موجود ہے۔ ایمان جس قدر مضبوط ہو گا، یہ جذبہ بھی اُسی قدر مضبوط ہو گا اور پھر اس کے نتیجے میں اُسی قدر اللہ کی اطاعت ہو گی۔ انسان دو چیزوں کا مرکب ہے: روح اور جسم۔ قرب الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ روح بھی اللہ کی جانب محو پرواز ہو اور جسم کا بھی تزکیہ کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ قرب الٰہی کا جذبہ آگے بڑھتا ہے تو آدمی اس میں ایسا مگن ہو جاتا ہے کہ نکلنے کو تیار ہی نہیں ہوتا۔ اس کے لیے سیر الی اللہ کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔

قرب الٰہی کا اعلیٰ درجہ سیر الی اللہ عن اللہ ہے۔ اللہ اپنے پیغمبروں کو رسالت اور پیغمبری کی ذمہ داری ڈال کر انہیں لوگوں کی طرف بھیجتا ہے، تاکہ دین و شریعت کے لیے قربانیاں دیں۔ پہلا درجہ قدر رقدرے آسان ہے جبکہ دوسرا درجہ مشکل ہے۔ مختار حسین فاروقی نے کہا کہ قرب الٰہی کے دو مراتب ہیں: ایک تقرب بالفرائض اور دوسرا تقرب بالنوافل۔ اِن دونوں میں بہت پیاری نسبت ہے۔ اِن دونوں مراتب کا ذکر حدیث قدسی میں آیا ہے۔ اللہ نے فرمایا: ''میرا بندہ میری کسی پسندیدہ شے کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہے تو اُس پر جو فرض کیا ہے اُس سے بڑھ کر کسی اور ذریعے سے حاصل نہیں کر سکتا۔'' اور یہاں فرائض سے مراد فرائض دینی کا جامع تصور ہے۔ یعنی بندہ خود بھی شریعت کی پیروی کرے اور اللہ کے دین کی اشاعت اور قیام کے لیے جدوجہد کرے۔ اللہ کو یہ زیادہ پسند ہے کہ آدمی دین کی طرف سے عائد ہونے والے فرائض کی ادائیگی کے ذریعے اللہ کے قریب ہو۔ دوسرا درجہ جو نوافل کے ذریعے قرب الٰہی کا حصول ہے، اُس کے بارے میں آگے فرمایا: ''میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرے قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔'' جناب مختار حسین فاروقی نے کہا کہ ہمارے پاس یہ آپشن نہیں کہ تقرب کے اِن دو درجوں میں سے جسے چاہیں چن لیں بلکہ اس کا انحصار خارجی حالات پر ہوتا ہے۔ اگر خارج میں اللہ کا دین غالب ہو تو تقرب بالنوافل ہوگا اور اگر دین مغلوب ہے تو پھر تقرب بالفرائض کا اہتمام کرنا ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی پر نگاہ ڈالیں تو نظر آتا ہے کہ اُن کا تقرب تقرب بالفرائض تھا۔ اُن کا سارا زور، ساری توجہ فرائض پر مرکوز دکھائی دیتی ہے۔ وہ دین توحید کے غلبے کی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے۔ البتہ جب دین غالب آ گیا، دنیا کے بڑے حصے پر قانون شریعت کا نفاذ ہو گیا تو اب وقت آیا کہ وہ تقرب بالفرائض کے ساتھ ساتھ تقرب بالنوافل میں بھی پورا انہماک رکھنے لگے۔ آج ہمیں بھی یہی راستہ اپنانا ہوگا۔ آج دین مغلوب ہے۔ یہ دین غالب ہو کر رہے گا کہ اس کی خبر صادق المصدوق نے دی ہے، مگر اس کے لیے ہمیں پوری کوشش کرنی ہوگی۔ ہمیں دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملانا ہوگا۔

نمازِ مغرب کے بعد شکیل احمد نے درس حدیث دیا۔ درس کا موضوع دنیا کی بے ثباتی اور بے وقعتی تھا۔ مدرس نے کہا کہ انسان دنیا کی عارضی زندگی کے حقیر فوائد کے لیے اندھا ہو جاتا ہے، اور آخرت کے دائمی فوائد کو قربان کر دیتا ہے۔ آج ہماری جملہ خرابیوں کی جڑ بنیاد حب الدنیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اُخروی نجات کو اپنا مقصد بنانا، اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین کے داعی کا کردار اپنانا ہوگا۔ اگر دل یہیں اٹک گیا تو یہ سخت خسارے کا سودا ہوگا۔

بعد ازاں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کے خطاب ''پاکستان کی سالمیت کو لاحق خطرات اور اُن سے بچاؤ کا راستہ'' کی ویڈیو دکھائی گئی۔

نمازِ عشاء کے بعد جناب نور خان نے درس حدیث دیا۔ زیر درس حدیث حضرت ابوذرؓ سے مروی تھی۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ نور خان نے کہا کہ آپؐ کا وہ سننا اور دیکھنا جو عام لوگ نہیں سنتے دیکھتے، خاصہ نبوت ہے۔ پھر اسی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کائنات کے اصل حقائق کے ادراک کے بارے میں فرمایا کہ جو حقائق میں جانتا ہوں، اگر تم جان لو تو لذات دنیا سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ آج ہمارے پاس وقت اور مہلت عمل ہے۔ دانشمندی یہی ہے کہ ہم اس سے فائدہ اُٹھائیں اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کریں۔

اتوار 20 نومبر 2011ء

دنیوی زندگی کی حقیقت اور فکرِ آخرت: سلیم اختر خان

تیسرے روز حسب معمول دعوتی سرگرمیوں کا آغاز اللہ کی کتاب قرآن حکیم کے درس سے ہوا۔ یہ درس سلیم اختر خان نے دیا۔ زیر درس سورۃ الحدید کی آیت 20 تھی، جس میں دنیوی زندگی کے چند ادوار کا تذکرہ کر کے اُس کی بے ثباتی یاد دلائی گئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس آیت میں حیات انسانی کے لیے کھیل، تماشا، زینت، تفاخر اور تکاثر اموال و اولاد کے پانچ الفاظ لا کر دراصل زندگی کے پانچ ادوار کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ زندگی کے بچپن کے دور میں کھیل اور تماشے ہی زندگی کا عنوان ہوتے ہیں۔ انسان جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے تو بناؤ سنگھار پر خصوصی دھیان دینے لگتا ہے۔ اِس سے اگلی سٹیج ایک دوسرے پر فخر جتانے کی ہے، جو کہا جا سکتا ہے کہ 25 سے 40 سال کو محیط ہے۔ زندگی کے آخری دور میں مال و اولاد کی کثرت کی خواہش شدید ہو جاتی ہے۔ اگر بغور دیکھا جائے تو حیات انسانی کا یہ سائیکل نباتاتی سائیکل کی طرح ہے۔ انہوں نے کہا کہ زندگی حیات چند روزہ کا نام نہیں، بلکہ بہت طویل ہے۔ دنیا اس طویل زندگی کا مختصر سا وقفہ ہے، اور اس لیے عطا کی گئی ہے کہ اس امتحان گاہ میں انسان اپنی آخرت کو سنوارنے کی جدوجہد کرے۔ زندگی کا نتیجہ آخرت میں جنت یا جہنم کی صورت میں نکلے گا۔ اگر انسان آخرت میں نجات چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ دل سے حب الدنیا کو نکال کر اللہ کی محبت کو بسا لے۔ یہ زندگی حق و باطل کا میدان کارزار ہے۔ حق مسلمان کے ساتھ ہے۔ لہٰذا اُسے چاہیے کہ حق کا علمبردار بن کر کھڑا ہو اور کسی بھی صورت باطل سے مفاہمت نہ کرے۔ اس راہ میں اپنے اوقات، صلاحیتیں جان و مال لگا دے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرے، آخرت کا یقین پیدا کرے۔ اس سے زندگی صحیح رُخ پر استوار ہوگی، اور بدی کی قوتوں سے لڑنے کی طاقت پیدا ہوگی۔ ورنہ یہ قوتیں انسان کو کچل دیں گے۔

اس کے بعد ''انفرادی دعوت: چند عملی مثالیں'' کے حوالے سے چند رفقاءِ تنظیم کو سٹیج پر بلایا گیا۔ جنہوں نے آ کر ذاتی دعوت کے حوالے سے اپنے تاثرات بیان کیے۔ اِن رفقا میں اعجاز حسین (حلقہ پنجاب شمالی)، غلام رسول (حلقہ پنجاب شرقی)، شاہد الرحمٰن صدیقی (حلقہ کراچی جنوبی)، علی فواد (حلقہ کراچی شمالی)، عبدالسمیع (سرگودھا) علی جنید (گوجرانوالہ) اور ڈاکٹر غلام دستگیر (فیصل آباد) شامل ہیں۔

''کہو میرا رب اللہ ہے......'' رحمت اللہ بٹر

تنظیم اسلامی کے مرکزی ناظم دعوت و تربیت رحمت اللہ بٹر کا موضوع گفتگو ''قل ربی اللّٰہ ثم استقم'' تھا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کی ربوبیت پر ایمان دین کی اساس اور بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان سے جو اپنا تعارف کرایا، وہ اپنے رب ہونے کے حوالے سے تھا۔ عالم ارواح میں ارواح انسانی سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟'' سب نے بیک زبان ہو کر کہا ''کیوں نہیں (یقیناً تو ہی ہمارا رب ہے)۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی نازل ہوئی، اُس میں یہی فرمایا گیا کہ ''پڑھیے اپنے رب کے نام سے۔'' رب کی معرفت انسان کی فطرت میں ڈالی گئی ہے، تاکہ کل روز قیامت کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ خدایا مجھے تو تیرے رب ہونے کا کسی نے بتایا ہی نہیں۔ رب کے معانی مالک کے ہیں، اور مالک وہ ہوتا ہے جو کھلاتا پلاتا ہے اور خوف سے امن دیتا ہے۔ سادہ الفاظ میں رب وہ ہوتا ہے جو حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسان جسے رب مانتا ہے لازماً اُس کی بندگی اور غلامی کرتا ہے۔ یہ اُس کی فطرت میں شامل ہے۔ انسان کی فطرت کبھی نہیں بدلتی، ہاں، وہ رب بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے بندگی کا جو مطالبہ کیا ہے، یہ مطالبہ رب ہونے کے ناتے سے ہے۔ اگر انسان کو اللہ کی ربوبیت پر یقین ہو جائے تو وہ یکسو ہو جاتا ہے، اور اُس کی بندگی اُس کا نصب العین بن جاتی ہے، اور وہ پوری زندگی اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے۔ محترم بٹر صاحب نے کہا کہ آج ہماری عظیم اکثریت کا المیہ یہ ہے کہ وہ اللہ کو صرف مسجد کے اندر رب مانتی ہے، مسجد کے باہر اُس نے اسباب کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ حالانکہ چیزوں میں نفع و نقصان کی صلاحیت تو اللہ ہی نے رکھی ہے۔ کسی چیز کی کوئی خوبی اُس کی ذاتی نہیں۔ انسان محنت و مشقت کرتا ہے، مگر اِسے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ روز میری محنت کا نتیجہ ہے، بلکہ یہی خیال کرے کہ یہ اللہ کا فضل ہے۔ اس لیے کہ یہاں آدمی کو پورا پورا بدلہ نہیں ملتا۔ یہ دنیا دار العمل ہے، دار الجزا نہیں۔ دار الجزا آخرت ہے جہاں پر ہر عمل کی پوری پوری جزا ملے گی۔ جناب رحمت اللہ بٹر نے کہا کہ آج پوری قوم کا یقین امریکہ پر ہے۔ اسی لیے اس کے در پر جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے ہم اللہ کے رب ہونے پر یقین پختہ کریں۔ یہی ایمان کا حاصل ہے۔

سالانہ رپورٹ: اظہر بختیار خلجی (ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی)

چائے کے وقفہ کے بعد ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی جناب اظہر بختیار خلجی نے تنظیم اسلامی کی کارکردگی کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔ انہوں نے پہلے تنظیم کے مرکزی اُسرے کا تعارف کرایا۔ بعدازاں تنظیم کی کارکردگی کے حوالے سے اعداد و شمار پیش کیے۔ انہوں نے بتایا کہ اس وقت تنظیم کے 16 حلقہ جات ہیں۔ ستمبر 2011ء تک رفقاء تنظیم کی کل تعداد 7638 تھی۔ جن میں 70 فیصد مبتدی، 22 فیصد ملتزم اور 8 فیصد توجہ طلب ہیں۔ اس سال 550 نئے رفقاء تنظیم میں شامل ہوئے اور 60 رفقاء نے تنظیم سے معذرت کی، یا انہیں خارج کر دیا گیا، یا وفات پا گئے۔ انہوں نے اس بات کو بھی خوش آئند قرار دیا کہ رفقاء میں انفاق فی سبیل اللہ کی شرح بھی بڑھی ہے۔ حلقہ جات قرآنی کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ انفرادی دعوت کے کام میں بھی بہتری آئی ہے۔ تاہم فہم دین کورسز کے حوالے سے ابھی کافی کمی ہے۔ اِسے دور کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے رفقاء تنظیم پر زور دیا کہ غلبۂ دین حق کے لیے اپنی جدوجہد تیز کریں۔

اختتامی خطاب: امیر تنظیم اسلامی

امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب نے تلاوت آیات اور خطبۂ مسنونہ کے بعد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ جس نے ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دی، اور اِس سہ روزہ اجتماع کا انعقاد ممکن ہوا۔ انہوں نے کہا کہ سالانہ اجتماع فکری و عملی رہنمائی حاصل کرنے کا بہترین موقع ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے مختصر وقت میں فکر تنظیم تازہ ہو جاتی ہے۔ فکر تنظیم دین کے تقاضوں کو پورا کرنے اور رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے لیے جدوجہد سے عبارت ہے۔ تنظیم اسلامی اِسی اجتماعی کاوش کا نام ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے پڑوس میں طالبان افغانستان نے اللہ کی شریعت نافذ کی۔ امریکہ اور اُس کے حواریوں نے اسلام کا راستہ روکنے کے لیے افغانستان پر یلغار کر دی مگر نہتے طالبان نے دس سالوں میں جو استقامت دکھائی ہے اُس کی وجہ سے امریکہ جیسا بدمست ہاتھی اب طالبان سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہا ہے۔ طالبان نے محض اللہ کے سہارے دشمن کے سامنے ڈٹ جانے کا فیصلہ کر کے مادہ پرستی کے بہت بڑے بت کو شدید ضرب لگائی ہے، مگر افسوس کہ ہمارے حکمران اب بھی اُن کی مومنانہ مزاحمت سے سبق نہیں سیکھ رہے۔ وہ اب بھی مادہ پرستی کے بت کی پوجا کر رہے ہیں۔ امیر محترم نے کہا کہ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد ایک جشن منایا گیا کہ سرمایہ دارانہ نظام نے دنیا کو فتح کر لیا ہے، لیکن ''وال سٹریٹ پر قبضہ کرو'' کے نام سے امریکہ اور دنیا بھر میں جو تحریک چل رہی ہے، اُس نے اس حقیقت کی قلعی کھول دی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام بھی بدترین استحصالی نظام ہے، جسے جلد یا بدیر ناکامی سے دوچار ہونا ہے۔ ملک کی داخلی سیاست پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ عمران خان کی صورت میں ملک میں نیا چہرہ سامنے لایا جا رہا ہے۔ تمام فصلی بٹیرے اِس کے گرد جمع ہو رہے ہیں۔ تحریک انصاف کو عوام میں پذیرائی اس لیے مل رہی ہے کہ لوگ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن سے مایوس ہو کر عمران خان سے تبدیلی کی آس لگائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ چہروں کی تبدیلی سے نظام کی تبدیلی کی امید خوش فہمی کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ اسٹیبلشمنٹ نظام کی تبدیلی برداشت نہیں کرے گی۔ امیر محترم نے کہا کہ یہ ہمارا المیہ ہے کہ چہروں کی تبدیلی چاہتے ہیں، مگر اپنے آپ کو بدلنے کے لیے تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کہ انتخابات کے راستے سے نظام کبھی بھی تبدیل نہیں ہوگا۔ اس کے لیے منظم عوامی احتجاجی تحریک برپا کرنی ہوگی۔ امیر محترم نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ہماری دینی جماعتوں نے بھی نفاذ اسلام کے لیے کوئی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ ملک میں مارشل لاء کی مخالفت اور بحالیٔ جمہوریت کے لیے تو تحریکیں چلائی گئیں، لیکن نفاذ شریعت کے لیے باقاعدہ کوئی تحریک نہیں چلائی گئی۔ اگر وہ اس ایشو پر اکٹھی ہو جائیں تو نفاذ اسلام کی منزل قریب آ سکتی ہے۔ ماضی میں جب بھی دینی جماعتیں کسی ایشو پر متحد ہوئیں اللہ نے انہیں کامیابیاں عطا فرمائیں۔ ختم نبوت کی تحریک میں کامیابی اور کچھ عرصہ قبل 295-C کے خاتمے کے حکومتی ناپاک عزائم اور سازشوں کے خلاف دینی قوتوں کی کامیاب جدوجہد اس کی مثالیں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ شریعت کے نفاذ کا یہی راستہ ہے۔ ہم ایک عرصے سے دینی جماعتوں کو اس جانب متوجہ کر رہے ہیں۔ تاہم اگر کوئی اس جانب آئے یا نہ آئے، ہمیں اپنا کام مستقل مزاجی سے آگے بڑھانا ہے۔ امیر محترم نے کہا کہ تنظیم اسلامی کی دعوت پھیل رہی ہے۔ ہمارے ناقدین کی توقعات کے برعکس بانی محترم کی وفات کے بعد بھی یہ بہتری کی جانب گامزن ہے۔ الحمدللہ میڈیا پر بانی محترم کے دروس و خطابات کے ذریعے دین کا پیغام عوام الناس تک پہنچ رہا ہے۔ یقیناً بہتری کی گنجائش تو ہر وقت رہتی ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی کوتاہیوں پر قابو پانا ہے۔ ہمیں تعلق مع اللہ کو مضبوط بنانا اور جہاد بالمال اور انفاق میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا ہے۔ ہمیں اپنے اندر حزب اللہ کے اوصاف پیدا کرنے ہیں۔ اپنی ذات میں عمل صالح کا نمونہ بننا ہے۔ خلاف شرع چیزوں کو اپنی زندگی سے خارج کرنا ہے۔ انہوں نے رفقاء پر زور دیا کہ دعوتی میدان میں ''ایک رفیق ایک حبیب'' کا تقاضا پورا کرنے کی سنجیدہ کوشش کیجیے۔ دعوت حق کا آغاز اپنے گھروں سے کیجیے۔ انتظامی سطح پر تنظیم کی بنیادی اکائی اُسرہ ہے۔ اُسرہ کے نظام کو مضبوط بنائیے، اس سے تنظیم مضبوط ہوگی۔ یہ عہد تازہ کیجیے کہ تنظیم کے دعوتی و تربیتی کاموں کو دنیا کے تمام کاموں پر ترجیح دیں گے۔ اس لیے کہ ہماری منزل دنیا نہیں آخرت ہے۔ رفقاء کو عمومی اہداف دیتے ہوئے امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ دعوت کے کام میں ہر رفیق اپنا حصہ ڈالے، تنظیم کے نظم کو ملحوظ خاطر رکھے، آئندہ سال ہر رفیق کم از کم دو نئے رفقاء کے ساتھ اجتماع میں شریک ہو۔ علاوہ ازیں فکر تنظیم بالخصوص منہج انقلاب کو تازہ کرنے کے لیے ہر رفیق بانی محترم کی معرکہ آراء تالیف ''رسولِ انقلاب کا طریق انقلاب'' کا مطالعہ کرے۔

اجتماع کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی نے تنظیم میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے بیعت لی۔ اس کے ساتھ ہی یہ روح پرور اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

☆☆☆

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شخص کو عقد ثانی کے لیے دینی مزاج کی حامل خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4254581

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ العزیز

''جامع مسجد بنتِ کعبہ، سمن آباد لاہور'' میں

مبتدی تربیتی کورس

18 دسمبر تا 24 دسمبر 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں،
موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت

برائے رابطہ (042)36316638-36366638
0333-4311226

نیست ممکن جُز بہ قرآں زیستن

اوریا مقبول جان

جس قدر ناپائیدار انسانی عقل اور مشاہدے سے جنم لینے والے سائنسی علوم ہیں اور وہ جس طرح روز بروز اپنے قاعدے اور کلیے بدلتے ہیں، دنیا میں کوئی چیز اتنا نہیں بدلتی، نہ اخلاق، نہ اقدار اور نہ روایات۔ سچ بولنا، صحیح تولنا، وعدے کی پاسداری کرنا، انصاف سے کام لینا اور اسی طرح اور بہت سے ایسے اصول ہزاروں سال سے یکساں چلے آرہے ہیں۔ کسی محقق، فلسفی یا سائنسدان نے تحقیق کے بعد یہ اصول وضع نہیں کیا کہ جھوٹ بولنا یا دھوکہ دینا اقدار میں شامل کر دیا جائے۔ لیکن سائنس کے علوم ہیں کہ ہر لحہ ایک نئے مشاہدے کے بعد مکمل طور پر بدل دیئے جاتے ہیں۔ آج سے صرف پچاس سال پہلے تک فزکس کی دنیا پر نیوٹن اور اس کے ساتھیوں کے علوم کا راج تھا۔ اس کے قوانین حرکت کو سچائی کے طور پر تسلیم کیا جاتا تھا بلکہ اس کا تیسرا قانون حرکت ''ہر عمل کا ایک ردعمل ہوتا ہے'' ہماری سماجی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کا محاورہ بن گیا تھا۔ ڈالٹن کا نظریہ جس کے مطابق مادہ ناقابل تباہی اجزاء ایٹم کا مجموعہ ہے اور ایٹم کو نہ توڑا جاسکتا ہے اور نہ تباہ کیا جاسکتا، مدتوں سائنس کا اٹل اصول ثابت ہوتا رہا۔ فزکس کی دنیا میں اس دور میں آسمان اور زمین کے درمیان ایک پردے کا وجود بھی مانا جاتا تھا جسے ایتھر کہتے تھے۔ سائنس دانوں نے اس ایتھر کی وجہ سے روشنی کی رفتار طے کی، حرارت ناپنے کے پیمانے بنائے۔ یہ تمام سائنسی علوم دوسو سال تک نصاب میں لوگ پڑھتے رہے اور انہیں ایسے سچ مانتے رہے جیسے کوئی الہامی فرمان ہو۔ اچانک ایک شخص سائنس کے دروازے پر دستک دیتا ہے جس کا نام آئن سٹائن ہے اور وہ ان تمام نظریات کو باطل قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تم دوسو سال تک لوگوں کو جہالت اور جھوٹ پڑھاتے رہے ہو۔ جس ایتھر کی بنیاد پر تم نے روشنی اور حرات کے پیمانے بنا رکھے ہیں وہ تو وجود ہی نہیں رکھتا۔ ان سب کے باوجود، روز اپنا موقف بدلتی سائنس کے باوصف آپ کسی بھی شخص یا طالب علم سے بات کریں تو اسے ان علوم کی بنیادی تعلیم اور نظریات پر کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔ جتنی دیر بچے نیوٹن اور کاپرنیلکس کو پڑھتے رہے وہ اس پر ایمان کی حد تک یقین رکھتے اور جو آج آئن سٹائن کو پڑھ رہے ہیں انہیں اس پر مکمل ایمان ہے۔ انہیں کوئی شک نہیں کہ ایٹم کو توڑا بھی جاسکتا ہے اور اس سے توانائی بھی پیدا کی جاسکتی ہے۔ نہ اس علم کے بارے میں کسی پڑھانے والے کے درمیان کوئی اختلاف ہوتا ہے اور نہ ہی پڑھنے والے بچے کے نزدیک کوئی دوسری رائے پھٹکنے پاتی ہے۔ جتنی دیر تک یہ سائنسی نظریات جھٹلائے نہیں جاتے سب کے سب اسے ایک حقیقت مانتے ہیں اور کئی نسلوں تک مانتے رہتے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے عالم بھی توجیہات پر اختلاف رکھتے ہیں لیکن کسی سائنسی نظریے کی اصل اور اساس کو نہیں جھٹلاتے جب تک وہ غلط ثابت نہ ہو جائے۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ وہ جو ازلی اور ابدی سچائی کا ماخذ ہے، جو اللہ کا کلام ہے، جو قرآن کی صورت نازل ہوا ہے، اس کی تعلیمات پر آپ کو اختلاف کرنے والے گلی گلی اور شہر در شہر مل جائیں گے۔ یہ اختلاف کرنے والے اس قدر سخت جان ہوتے ہیں کہ دوسرے کی جان لینے سے بھی نہیں ٹلتے۔ ایک دوسرے سے اس قدر شدید نفرت کرتے ہیں کہ ان کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ایسا کیوں ہے۔ ہم سے کہاں غلطی ہوئی۔ ہم کس مقام پر بھٹک گئے۔ امت مسلمہ کی تاریخ اُٹھا کر دیکھیں تو آپ کو ایک حیرت انگیز انکشاف ہوگا۔ آپ سوچتے رہ جائیں گے یہ سب اس وقت رونما ہونا شروع ہوا جب اس امت کے لوگوں نے اس نور ہدایت کے اصل ماخذ قرآن کو پڑھنا اور سمجھنا چھوڑ دیا۔ جب کہ دیگر دنیاوی علوم کی جدوجہد میں ہم نے اپنی نسلوں کو اصل ماخذ اور اصل اصولوں تک رسائی دی۔ ہم جو آج فقہی اختلاف اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری کہلاتے ہیں ان میں فقہوں کے بانیوں کا کوئی قصور نہیں۔ وہ اسے اپنی رائے سمجھتے تھے اور اگر کوئی اور دوسری رائے رکھتا تو اس کا احترام کرتے تھے۔ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے جب امام مالک کی کتاب موطاء امام مالک کو پوری مملکت میں بطور اسلامی قانون نافذ کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے صحابہ کرامؓ کی جو جماعتیں دوسرے علاقوں میں گئی ہیں ان کے پاس رسول ﷺ کی اور احادیث موجود ہوں اور وہ قرآن کی تعبیر مختلف کر رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے ان چاروں آئمہ نے کبھی کسی ایک مسلک کو دوسرے پر فوقیت نہ دی اور نہ دوسرے ماننے والے کو کافر گردانا۔ اس لیے کہ ان کے زمانے اور بہت بعد کے زمانے تک لوگ قرآن پر غور کرتے اور سمجھتے تھے کہ یہ سب اختلاف معمولی اور فروعی ہے۔ لیکن پھر جب اس امت نے قرآن پڑھنے اور سمجھنے کی ذمہ داری صرف ایک طبقے اور مولوی کو دے دی اور خود اس سے علیحدہ ہوگئے تو سب سے تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ خانہ کعبہ میں جہاں پوری امت کو متحد نظر آنا چاہیے تھا، وہاں کئی سو سال تک چار حصے تھے اور ہر کوئی اپنے مسلک کے امام کے پیچھے نماز پڑھتا تھا۔ مصلیٰ حنفی رکن عراق کے پاس، مصلیٰ شافعی مقام ابراہیم کے سامنے، مصلیٰ مالکی رکن شامی کی جانب اور اس کے تھوڑے فاصلے پر مصلیٰ حنبلی تھا۔ اسی طرح مسجد نبویؐ میں پانچواں مصلیٰ فقہ جعفریہ کا بھی تھا۔ خانہ کعبہ میں ان جگہوں پر پختہ عمارتیں تعمیر تھیں اور امت کے اختلاف کا تماشا عین اللہ کے گھر میں نظر آتا تھا۔ امت کے اس اختلاف کو شاہ فیصل مرحوم نے اپنی ان تھک کوشش سے 1386 ہجری یعنی 1965ء میں ختم کروا کر سب کو ایک امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر متفق کروایا۔ دوسرا بڑا موڑ اس وقت آیا جب انقلاب ایران کے بانی خمینی نے اہل تشیع کو کسی بھی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز ہونے کا فتویٰ جاری کیا اور آج حرم کعبہ اور حرم مسجد نبوی میں یہ نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اب بھی میرے ہی ملک کے کچھ اختلاف امت پر شادیانے

(باقی صفحہ 3 پر)

mundane world. As Allah says, "He tought him the names (characteristics) of all the things and then presented these before the angels saying, "Let me know the names of these things if you are the ones knowing." (Al Baqara 31). This body of knowledge is the common heritage of the humankind and whosoever, makes its full use will be rewarded proportionate to the input without any consideration for his creed, faith, race, geography or any other distinction. This is the treasure of knowledge which has enabled the man to make new explorations, inventions in various disciplines and discovering new things, hitherto unknown to him. Man has utilized this arena to an amazing proximity where he has been able to conquer the moon and is now venturing further beyond. This door is open to everybody whether he believes in God, Prophets, the Books, the Revelation, the Angels, and the Day of Judgment or not.

Nonetheless, the second category of knowledge is the "Ilmul Adyan" or the Metaphysical realities and is solely related to the spiritual world. The source of this body of knowledge is the revelation and the Heavenly descended Books of Allah. The last and final of these Books is the Quraan perfected and preserved for ever. All these Books were revealed to the humankind by the renowned prophets, Muhammad ﷺ being the last and on whom the series of the prophets not only did come to an end but it was completely accomplished in all respects. In the light of this revelation the man is accountable as to the obligation to find out the safest way for his conduct in the life in this world. There is no prophet after the Great Prophet Muhammad ﷺ. Whosoever claims to be a prophet after Muhammad, is certainly a false offender and must be termed as notorious lier and Dajjal. There is a saying of the Prophet which informs us of thirty false prophets and imposters of the first water. The examples in the past have been Musailma Kazzab, Aswad Ansi, Talehaa and a lady Shaja and in the recent past Ghulam Ahmad Qadiyani. God has taken upon Himself the security and custodial keeping of the Quran and nobody can make any tampering in its text. Allah says," We have descended this Zikr and We are its protector". (Al Hijr 9). Three principles are the most important imperatives for us regarding our belief about the Holy Book.

This is the "Word' of God and the word is an attribute of the one whose words these are.

This Book was revealed to the Prophet Muhammad ﷺ through the Angel Jibrael.

It is safe and in the same condition and stature as was revealed to the Prophet and will remain as secure forever.

In the usual terminology it is the verbal revelation in contrast to another one which is called simple revelation which is available in the form of the authentic Ahadith of the Prophet Muhammad ﷺ. It is also the saying of Allah expressed in the words of MuhammadÇ.

The fifth point of our discussion is that Islam is not merely a religion in the conventional meaning of the term but it is a perfect way of life, named as Deen according to the Quranic terminology. It gives complete basic principles of life in every sphere of life both for individual and collective circles. Quran is using this terminology of Deen in different meanings according to the situation and the perspectives. This is a code of life for the humankind and is all embracive in its nature. The life of the Prophet is a complete and practical model of the teachings of Deen. The Prophet ﷺ started his life in the guidance of the principles of Deen and completed his struggle exactly on the tract of Deen. What explanation the Prophet gave to the Islamic way of life is exactly what is termed as Ibadah in Islam. God Himself has called this Ibada to be the real objective of the human creation. It is the requirement of this Ibada which when expanded results in what is called Shahadat Alannas, and Iqamatud Deen. We can, in short say, what our Deen demands from us can be elaborated as follows. *(to be continued)*

دعائے مغفرت کی درخواست

- حلقہ کراچی جنوبی کے رفیق تنظیم طاہر حمید کے دادا انتقال فرما گئے
- رفقائے تنظیم نصر اللہ مگسی اور ظفر اللہ مگسی کے والد علی شیر (رفیق تنظیم) وفات پا گئے
- تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے رفقاء تنظیم صفی اللہ اور عرفان اللہ کی والدہ انتقال کر گئیں
- تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب جنوبی کے رفیق ناصر انیس کے چچا وفات پا گئے
- رفیق تنظیم ڈاکٹر محمد رمضان وفات پا گئے
- وہاڑی کے رفیق تنظیم عبدالحق کی والدہ وفات پا گئیں
- رفیق تنظیم فیصل قریشی کی خالہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین و رفقاء سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حسابًا یسیرًا

Muhammad Faheem

The idealism of Islam in the Light of the Prophet's lifestyle

The first and the most important of imperatives in this discussion is the concept of the ***Oneness*** of the Almighty Allah. He is One and the Lonely. He is the Sustainer, the Owner and the Creator. He is forever and from ever. His Person and all His attributes are forever and from ever. He has none as a partner in His person or in His attributes. He has no sharer in worship or in prayers. We cannot visualize His Exalted Being in any degree in our imagination and thinking. His Person is far and far beyond the grip of our thought. He is Omnipotent, Omnipresent and Omniscient. Even a leaf cannot move without His permission.

Secondly, Creator is only the Same Allah and the rest all are the created. Man is the climax of his creation. This unique being is the complex of two entities, a material being and a spiritual being called the Spirit or 'Rooh' in the Quranic terminology. The Creator, "Rabbul Aalameen" has attributed the relation of Rooh to His Own Being. "And lo When I gave it the finishing touches, and then blew onto it from my Rooh, (then commanded the angels) to go in prostrating posture before him {the Adam (Al Hijr 29 and Sad72). He created the 'Jin'and the 'Ins'(the man and the spirit) for his adornment (Ibadat). "And I have not created this Human being and the spirit but only for worshipping Me".(Azzariyat 56). God granted these two classes of creatures a limited freedom in order to test their attitude whether they are doing the righteous or the wrong in this short span of the worldly life period. (Al Mulk 2) Similarly, Allah has pronounced, " We have created the human being from the developed zygote, to test him and for that We have bestowed him with the faculties of hearing and seeing." (Ad Dahr 2). This worldly life is a chance for the man to prove his worth in the test fixed by Allah. The real life will commence after death for each individual. "Living in this world is nothing but a show and play and the real life is the life in the Hereafter if these people have the sense to understand (the reality)".(Al Ankaboot 64). The success of the unlimited life in the Hereafter will depend on the limited life in this mundane world, whether utilized rightly or wrongly. The final decision, however, rests with Allah of saving any individual from the retribution of the hellfire and granting him the bounties of the Paradise. Allah is free in His doings and nothing is compulsion on Him.

The third reality, related to this discussion of ours, is that the man has been sent onto this world for test and trial after making him well equipped with all requirements in a befitting manner. He has been given wisdom and intellect, intuition, the sense of love and benignity, thinking and ingenuity, and a deep sense of conviction and the faculties of five senses. Consequent upon his perfection both from physical and spiritual points of view, the man was declared by God as His viceroy on this earth in order to carry out His commandments in according to the discourse He wishes to be. Allah wants this mission to be fulfilled both on the individual as well as in the collective life of the human race for all times and all situations. On the basis of these gracious bounties man is subject to accountability for knowing Allah, the Creator and the Sustainer. Anyway, for further elaboration of what the Almighty Allah wishes the human should do, He has from the very first day of the start of human dwelling on this planet, arranged sending of His Divine guidance through His chosen people, the Messengers of Allah. This Divine arrangement has left no chance of ignorance for man on this earth. He cannot, on the Day of Resurrection pretend his unawareness of what Allah had ordained to be done. "These are the Messengers for pronouncing rewards and extending warnings so that the people are left with no excuse before Allah of being left unaware". (An Nisa 165).

The fourth dimension of this discussion is that the human being was bestowed with two categories of knowledge prior to nominating him as "Khalifa Fil Arz"(Nominee on Earth). He was potentially endowed with the knowledge of the material or